بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً ومصلیاً

عکسِ دروں


| سلسلۂ مضامین | عنوانِ مضمون | مضمون نگار | صفحہ نمبر |
| --- | --- | --- | --- |
| صدائے حسن | بے حس حکمران اور غریب طبقہ | اداریہ | |
| اسلامی زندگی | فحاشی اور بے حیائی پھیلانے سے متعلق ایک اہم تنبیہی تحریر | مفتی مبین الرحمٰن | |
| | معاشرتی بگاڑ کے اسباب | مولانا غلام عباس | 11 |
| | نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ مثالی نمونہ اور روشنی کا مینار | مولانا محمد طارق نعمان گڑنگی | 17 |
| تحقیقی مضامین | جمہوریت اور ووٹ کی شرعی حیثیت | مولانا عنایت شاہ | 22 |
| | غامدی فکر کی بنیادی گمراہی | مولانا محمد یحییٰ نعمانی | 29 |
| | نبی کریم ﷺ بطور سپہ سالار (پانچویں قسط) | مفتی محمد فہیم اللہ | 36 |
| بیانات جمعہ | ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنے کی فضیلت | مولانا غلام اللہ | 44 |
| | جنت اور جہنم میں داخل کرنے والی چیزیں | مولانا غلام اللہ | 48 |
| دارالافتاء | حق حضانت کا حکم | مفتی حمید اللہ جان | 54 |



زرِ سالانہ اندرون ملک: 300 روپے۔ زرِ سالانہ بیرون ملک: 20 ڈالر

ای میل ایڈریس: Muftifahim@gmail.com

atifshah336@gmail.com

ویب ایڈریس: www.alhasan.org

اکاؤنٹ نمبر: میزان بینک: 8101.0100843213

MCB: 0284.1002564

﴿صدائے حسن﴾

# غریب طبقہ اور بے حس حکمران

مولانا عدنان حقانی

ایک پرانا قصہ ہے کہ ایک کفن چور تھا، جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے بیٹے کو بلا کر اس سے کہا کہ بیٹے میں نے تو بہت سارے مردوں کے کفن چرائے ہیں، پتہ نہیں میرے مرنے کے بعد لوگ میرا ذکر کس طرح کریں گے؟ اپنے باپ کی بات سن کر بیٹے نے باپ کو تسلی دیتے ہوئے کہا کہ آپ فکر نہ کریں، میں آپ کے بعد ایسے کام کروں گا کہ لوگ آپ کو بہت اچھے الفاظ سے یاد کریں گے، چنانچہ باپ کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا جب کسی مردے کا کفن چراتا تو ساتھ میں مردے کی بے حرمتی بھی کرتا۔ لوگ اس سے بہت تنگ آ گئے اور کہنے لگے کہ اس سے اچھا تو اس کا باپ تھا، کم از کم کفن ہی چرایا کرتا تھا، مردوں کی بے حرمتی تو نہیں کرتا تھا اور اس طرح اس نے اپنے باپ کو اچھے الفاظ سے یاد کروالیا۔

وطن عزیز کے غریب عوام کے ساتھ بھی کچھ اس طرح کا معاملہ ہمیشہ سے چلتا آ رہا ہے۔ جو بھی نئی حکومت قائم ہوتی ہے، عوام ان سے کچھ بہتری کی آس لگا کر بیٹھ جاتے ہیں، لیکن وہی حکومت کچھ دنوں بعد ان غریب عوام کے گلے کا طوق بن کر رہ جاتی ہے، جس سے پھر جان چھڑانے کا کوئی راستہ نظر نہیں آ رہا ہوتا اور یہی عوام پھر اس حکومت کے جانے کا شدت سے انتظار کرتے رہتے ہیں کہ کب جان چھوٹے گی، حالانکہ اس سے پچھلی حکومت کے خاتمے کا بھی اسی طرح انتظار کرتے چلے آ رہے تھے۔

اب کی بار تو عام حکومتوں کی طرح موجودہ نگران حکومت نے بھی ان بیچارے اور غربت کے مارے عوام کا بچا کچا کچومر نکالنے کا تہیہ کر لیا ہے۔ آئے روز پٹرول اور بجلی کی قیمت میں ہوشربا اضافہ کیا جا رہا ہے، جس سے عام آدمی کی زندگی اجیرن بن گئی ہے۔ لوگ خودکشیاں کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ عوام دو وقت کی روٹی کو ترس گئے ہیں۔ ایسے حالات میں جناب نگران وزیر اعظم صاحب کا یہ بولنا کہ ہم ہر حال میں آئی۔ ایم۔ ایف کی شرائط کو پورا کریں گے، چاہے جتنے بھی مشکل فیصلے کرنے پڑے اور جناب وزیر توانائی کا یہ بولنا کہ پٹرول اب بھی سستا ہے، عوام کے رِستے زخموں پر نمک پاشی نہیں تو اور کیا ہے؟

غریب عوام کے ٹیکس سے مراعات لے کراُڑانے والے اگرعوام کے دُکھوں کا مداوانہیں کرسکتے اور ان کو کچھ ریلیف نہیں دے سکتے تو کم ازکم ان کے زخموں کو کھرچے تونہیں۔سونے کا چمچہ منہ میں لے کر پیدا ہونے والے ان حکمرانوں کو عام آدمی کی ضرورتوں اور پریشانیوں کا احساس تک نہیں۔بھوک نام کی کسی چیز کو یہ جانتے تک نہیں۔ان حضرات کی قانون سازی بھی صرف ان کے مفادات کے تحفظ کے لیے ہوتی ہے۔ پارلیمنٹ میں بیٹھ کران کے فیصلوں اور پاس کردہ قوانین سے غریب طبقے کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

ہمارا المیہ یہ ہے کہ ان سیاستدانوں کی طرح ہماری بیوروکریسی بھی اپنی دھن میں مست ہے۔لاکھوں کی تنخواہ اور مراعات لینے والے ان اعلیٰ تعلیم یافتہ افسران کے پاس بھی ملک کو اس معاشی دلدل سے نکالنے کا کوئی پلان نہیں۔

دوسری طرف ملک کے سب سے مقتدر ادارے کے سربراہ کی طرف سے ملک کی ڈوبتی معیشت کو سہارا دینے اور عام آدمی کا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے مختلف قسم کے معاشی پلانز سامنے لانا اور ان پر پیش رفت کے لیے عزم کا اظہار کرنا امید کی ایک نئی کرن اور ہوا کے ایک خوشنما جھونکے سے کم نہیں۔افواج کے سربراہ صاحب نے ملک کے مختلف شعبوں سے وابستہ اعلیٰ کاروباری طبقے سے اپنی ملاقات میں ان کو ہر ممکن سہولت دینے کا وعدہ کیا،جس سے سرمایہ کاروں کی حوصلہ افزائی ہوگی اور ملک میں سرمایہ کاری کا رجحان بڑھے گا۔تاہم زبانی باتوں کے بجائے عملی اقدامات اُٹھانا ناگزیر ہے،تب جا کر بہتری کے کچھ آثار نمودار ہوسکیں گے۔نیز یہ بھی ضروری ہے کہ مذکورہ اِدارے کی طرف سے صرف سیاسی یا تجارتی لوگوں کو ہراساں کرنا اور سزائیں دینا اور مسلح افواج یا دیگر اِداروں کے بدعنوان لوگوں سے متعلق چشم پوشی کرنا بھی ملکی مفاد میں نہیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ ان جیسے حالات میں وطن عزیز کی تمام مقتدر قوتیں اور سٹیک ہولڈرز ملکی اور قومی مفاد کو ذاتی مفاد پر ترجیح دیتے ہوئے ملک کو ان بحرانوں سے نکالنے کے لیے اپنی تمام تر قوتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنا کردار ادا کریں۔یہ اس لیے کہ ہم سب کی بقا وطنِ عزیز پاکستان کے وجود کی بقا سے ہے۔ خدانخواستہ اگر ملک کو کچھ ہوجاتا ہے تو ہم سب کے وجود کا خطرے میں پڑنا ایک لازمی امر ہے۔اللہ تعالیٰ ملک پاکستان کو دیانت دار اور مخلص قیادت سے بہرہ ورفرمادے اور ناامیدی کی اس تاریکی کو اُمید کی ایک روشن صبح سے بدل دے۔آمین!                ومن اُحسن قولا ممن دعا الی اللہ!!

﴿اسلامی زندگی﴾

# فحاشی اور بے حیائی پھیلانے سے متعلق اہم تنبیہی تحریر!

مفتی مبین الرحمٰن

اللہ تعالیٰ سورۃ النور آیت نمبر 19 میں فرماتے ہیں:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ (النور:۱۹)

ترجمہ: یاد رکھو کہ جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ایمان والوں میں بے حیائی پھیلے، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔'' (آسان ترجمہ قرآن)

مذکورہ آیت درحقیقت کائنات کی مقدس ترین خاتون سیدہ اماں عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ عنہا پر لگنے والے بے بنیاد اور جھوٹے الزام والے واقعے کے تناظر میں نازل ہوئی۔ اس واقعہ کو واقعۂ اِفک بھی کہا جاتا ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے خود ان کی پاکدامنی کی گواہی دی اور اس کے بارے میں آیات نازل فرمائیں۔ مذکورہ آیت میں سیدہ امی عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ عنہا پر جھوٹی تہمت لگانے میں حصہ لینے والوں کے لیے وعید ہے۔

اس پس منظر کے بعد عرض یہ ہے کہ مذکورہ آیت میں مسلمانوں میں بے حیائی اور فحاشی پھیلانے والوں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ وہ اس جرم سے باز آجائیں، کیوں کہ جو لوگ مسلمانوں میں بے حیائی اور فحاشی پھیلانے کے مرتکب ہوتے ہیں، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

## بے حیائی پھیلائی جانے کی مروجہ صورتحال:

واضح رہے کہ مذکورہ آیت کی رو سے بے حیائی اور فحاشی پھیلانے کی وہ تمام صورتیں ناجائز اور گناہ ہیں، جن سے قرآن کریم نے منع کرتے ہوئے اس جرم پر شدید تنبیہ فرمائی ہے۔ موجودہ دور کے تناظر میں اگر

اس بات کو تفصیل سے بیان کیا جائے تو اس کی متعدد صورتیں بنتی نظر آتی ہیں، جیسے:

**1۔ الیکٹرانک میڈیا، پرنٹ میڈیا اور سوشل میڈیا سمیت تمام ذرائعِ ابلاغ کے ذریعے بے حیائی اور فحاشی** پھیلانے کی تمام تر صورتیں ناجائز اور ممنوع ہیں۔ آج ذرا غور تو کیا جائے کہ ویڈیوز، تصاویر اور مضامین وغیرہ کے ذریعے بے حیائی اور فحاشی پھیلانے کا ایک سیلاب بہایا جا رہا ہے، حتی کہ باقاعدہ منصوبہ بندی کے ساتھ بھی یہ طوفانِ بے حیائی برپا کیا جاتا ہے، یہ شرعی اور اخلاقی اعتبار سے کس قدر نقصان دہ صورتحال ہے! اس جرم میں ملوث تمام اجتماعی اور انفرادی کرداروں کو اللہ تعالیٰ کے سامنے جوابدہی اور اس کے عذاب سے ڈرنا چاہیے۔

**2۔ شریعت کی تعلیم یہ ہے کہ:**

کسی پر زنا اور بدکاری کا الزام ہرگز نہ لگایا جائے کہ یہ ایک سنگین گناہ اور جرم ہے، جس پر قذف یعنی تہمت کی سزا بھی جاری کی جا سکتی ہے۔ اگر کسی کے بارے میں ایسا کوئی الزام سامنے آ بھی جائے، تب بھی شریعت کے احکام کے تحت مکمل تحقیق کیے بغیر اس کو ہرگز نہ پھیلایا جائے کہ یہ بھی سنگین گناہ اور جرم ہے۔

پھر جب شرعی ثبوت کے ساتھ اس کی تحقیق ہو جائے اور جرم بھی ثابت ہو جائے اور اس خبر کو عام کرنا ضروری بھی ہو، تب بھی اس خبر کو صرف اس صورت میں عام کرنے کی گنجائش ہے، جب اس پر سزا دیے جانے کا امکان بھی ہو، تاکہ سزا ملنے کی صورت میں لوگوں کو عبرت حاصل ہو اور اسی کے ساتھ اس بے حیائی کا سدِّ باب بھی ہو سکے، لیکن جہاں سزا ملنے کا امکان نہ ہو تو ایسی صورت میں اس خبر کو پھیلانا ممنوع اور نقصان دہ ہے، کیوں کہ ایسی صورت میں جب جرم پر سزا مرتب ہی نہ ہو تو ایک تو لوگوں کے دلوں میں ایسی بے حیائی کے جرائم ہلکے ہونے لگتے ہیں اور معمولی جرم کی حیثیت اختیار کرنے لگتے ہیں۔ دوم یہ کہ ایسی خبریں لوگوں کے جنسی جذبات میں ہیجان کا سبب بنتی ہیں، جس سے رونما ہونے والے فتنے محتاجِ بیان نہیں۔

اس لیے قرآن کریم کی تعلیم یہ ہے کہ ایسی بے حیائی کی خبریں ضرورت کے موقع پر صرف اس صورت میں عام کرنے کی اجازت ہے، جب وہ جرم شرعی ثبوت کے ساتھ ہو اور اس پر سزا مرتب ہونے کا امکان بھی ہو، ورنہ تو ایسی خبریں پھیلانا ممنوع اور غلط ہیں۔

آجکل کی رائج افسوس ناک صورتحال پر نگاہ دوڑائی جائے تو معلوم ہوگا کہ لوگ اول تو ایسے جرائم پر مبنی خبروں کی تحقیق ہی نہیں کرتے، بلکہ اپنے عناد، دشمنی، مخالفت یا غفلت کی وجہ سے ایسی خبریں ہاتھ لگتے ہی

آگے چلتی کر دیتے ہیں، پھر ان میں اپنی طرف سے مزید جھوٹ بھی ملا دیتے ہیں، تاکہ دوسروں کو بدنام کرنے کی بھرپور کوشش کی جائے۔ دوم یہ کہ اگر تحقیق کرتے بھی ہیں تو انہیں یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ ایسے جرائم کے لیے شرعی طور پر کن باتوں کی تحقیق کی ضرورت پڑتی ہے، یعنی شرعی طور پر یہ جرائم کیسے ثابت ہو سکتے ہیں۔ سوم یہ کہ ایسی خبروں میں لوگ طبقات میں تقسیم ہو کر ایک دوسرے کو طعن و ملامت کرتے رہتے ہیں، حالاں کہ ان جرائم کی روک تھام پر تو سبھی کو یکجا ہو جانا چاہیے، تاکہ معاشرہ ان سے پاک ہو سکے۔ چہارم یہ کہ جہاں ان جرائم پر سزا مرتب ہی نہیں ہوتی اور متعلقہ اداروں نے واقعی نوٹس ہی نہیں لینا تو کیوں انہیں پھیلا کر لوگوں کے دلوں میں بے حیائی کی سنگینی کم کرنے اور ان کے جنسی جذبات اُبھارنے کی کوشش کی جائے۔

آج لوگوں سے صحیح اور غلط کی تمیز کی فکر رخصت ہوتی جا رہی ہے، آخرت کی جوابدہی کا احساس مٹتا چلا جا رہا ہے، لوگ دوسروں کو بدنام کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے ہیں، دوسروں کو ان کے گناہوں پر عار دلانے میں ذرا بھی خوف محسوس نہیں کرتے ہیں، اپنی حالت سے غافل ہو کر دوسروں کے عیوب تلاش کرنے اور انہیں عام کرنے میں اپنی اَنا کی تسکین ڈھونڈتے ہیں، لیکن جب اپنے عیوب کی باری آتی ہے تو یہی خواہش رکھتے ہیں کہ ان پر پردہ ڈالا جائے، کیا ہم یہ پردہ داری دوسروں کے لیے بھی پسند کرتے ہیں؟

کاش! کہ ہم سمجھنے کی کوشش کرتے اور ہر کام سے پہلے شریعت اور آخرت کو مدنظر رکھتے تو کتنے فتنوں کی روک تھام اور کتنی خرابیوں کی اصلاح ہو جاتی!!

**تفسیرِ معارف القرآن سے مذکورہ آیت کی تفسیر:**

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ مذکورہ آیت کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

> ’’اس آیت میں پھر ان لوگوں کی مذمت اور ان پر دنیا و آخرت کے عذاب کی وعید ہے، جنہوں نے اس تہمت میں کسی طرح حصہ لیا۔ اس آیت میں یہ بات زیادہ ہے کہ جو لوگ ایسی خبریں مشہور کرتے ہیں گویا وہ یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بدکاری اور فواحش پھیل جائیں۔

**انسدادِ فواحش کا قرآنی نظام اور ایک اہم تدبیر جس کے نظر انداز**

**کرنے کا نتیجہ آج کل فواحش کی کثرت ہے :**

قرآنِ حکیم نے فواحش کے انسداد کا یہ خاص نظام بنایا ہے کہ اول تو اس قسم کی خبر کہیں مشہور نہ ہونے پائے اور شہرت ہو تو ثبوتِ شرعی کے ساتھ ہو، تا کہ اس شہرت کے ساتھ ہی مجمع عام میں حدِ زنا اس پر جاری کر کے اس شہرت ہی کو سببِ انسداد بنا دیا جائے اور جہاں ثبوتِ شرعی نہ ہو، وہاں اس طرح کی بے حیائی کی خبروں کو چلتا کر دینا اور شہرت دینا، جبکہ اس کے ساتھ کوئی سزا نہیں ؛طبعی طور پر لوگوں کے دلوں میں بے حیائی اور فواحش کی نفرت کم کر دینے اور جرائم پر اقدام کرنے اور شائع کرنے کا موجب ہوتی ہے ،جس کا مشاہدہ آجکل کے اخبارات میں روزانہ ہوتا ہے کہ اس طرح کی خبریں ہر روز ہر اخبار میں نشر ہوتی رہتی ہیں ،نوجوان مرد اور عورتیں ان کو دیکھتے رہتے ہیں، روزانہ ایسی خبروں کے سامنے آنے اور اس پر کسی خاص سزا کے مرتب نہ ہونے کا لازمی اور طبعی اثر یہ ہوتا ہے کہ دیکھتے دیکھتے وہ فعلِ خبیث نظروں میں ہلکا نظر آنے لگتا ہے اور پھر نفس میں ہیجان پیدا کرنے کا موجب ہوتا ہے۔اسی لیے قرآن کریم نے ایسی خبروں کی تشہیر کی اجازت صرف اس صورت میں دی ہے ،جبکہ وہ ثبوتِ شرعی کے ساتھ ہو، تا کہ اس کے نتیجے میں خبر کے ساتھ ہی اس بے حیائی کی ہولناک پاداش بھی دیکھنے سننے والوں کے سامنے آجائے اور جہاں ثبوت اور سزا نہ ہو تو ایسی خبروں کی اشاعت کو قرآن نے مسلمانوں میں فواحش پھیلانے کا ذریعہ قرار دیا ہے۔کاش مسلمان اس پر غور کریں۔

اس آیت میں ایسی خبریں بلاثبوت مشہور کرنے والوں پر دنیا و آخرت دونوں میں عذابِ اَلیم ہونے کا ذکر ہے۔آخرت کا عذاب تو ظاہر ہے کہ قیامت کے بعد ہوگا ،جس کا یہاں مشاہدہ نہیں ہوسکتا ،مگر دنیا کا عذاب تو مشاہدہ میں آنا چاہیے ،سو جن لوگوں پر حدِّ قذف ( تہمت کی سزا ) جاری کر دی گئی ،ان پر تو دنیا کا عذاب آ ہی گیا ،اور اگر کوئی شخص شرائطِ اجرائے حد موجود نہ ہونے کی وجہ سے حدِّ قذف سے بچ نکلا ،وہ دنیا میں بھی فی الجملہ مستحقِ عذاب تو ٹھہرا ،آیت کے مصداق کے لیے یہ بھی کافی ہے۔‘‘ (معارف القرآن تفسیر سورۃ النور آیت نمبر 19)

**تفسیر ابو السعود:**

﴿إِنَّ الـذين يُحِبُّونَ﴾ أی يُريدون ويقصدُون ﴿أَن تَشِيعَ الفاحشة﴾ أی تنتشرَ الخَصلةُ الـمـفـرطةُ فـی الـقُبـح وهی الفرية والرَّمیُ بالزِّنا أو نفسُ الزِّنا، فالمراد بشيوعِها شيوعُ

خبرِها أى يحبُّون شيوعَها ويتصدَّون مع ذلكَ لإشاعتِها، وإنَّما لم يُصرِّحْ به؛ اكتفاءً بذكرِ المحبَّةِ فإنَّها مستتبعةٌ له لا محالةَ ﴿فِى الذين اٰمَنُوا﴾ متعلق بتشيعَ أى تشيعَ فيما بينَ النَّاسِ. وذكر المؤمنينَ لأنَّهم العمدةُ فيهم أو بمضمرٍ هو حالٌ من الفاحشةِ، فالموصولُ عبارةٌ عن المؤمنينَ خاصَّة أى يحبُّون أنْ تشيعَ الفاحشةُ كائنةً فى حقِّ المؤمنينَ وفى شأنهم ﴿لَهُمْ﴾ بسبب ما ذُكر ﴿عَذَابٌ أَلِيمٌ فِى الدنيا﴾من الحدِّ وغيرِه ممَّا يتفقُ من البَلايا الدُّنيويةِ، ولقد ضرب رسولُ الله ﷺ عبدَ اللهِ بنَ أُبىَ وحسَّانًا ومِسْطَحًا حدَّ القذفِ وضربَ صفوانُ حسَّانًا ضربةً بالسَّيفِ وكُفَّ بصرُه ﴿والأخرة﴾ من عذابِ النَّارِ وغيرِ ذلكَ ممَّا يعلمُه الله عزَّ وجلَّ ﴿والله يَعْلَمُ﴾ جميعَ الأمورِ التى من جُملتِها ما فى الضَّمائر من المحبَّة المذكورةِ ﴿وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ ما يعلمُه تعالى، بل إنَّما تعلمونَ ما ظهرَ لكم من الأقوال والأفعالِ المحسوسةِ فابنُوا أمورَكم على ما تعلمونَه وعاقبُوا فى الدُّنيا على ما تشاهدونَه من الأحوالِ الظَّاهرةِ، والله سبحانَه هو المتولِّى للسَّرائرِ فيعاقبُ فى الآخرةِ على ما تُكنُّه الصُّدورُ .هذا إذا جُعلَ العذابُ الأليمُ فى الدُّنيا عبارةً عن حدِّ القذفِ أو منتظمًا له كما أطبقَ عليه الجمهورُ، أمَّا إذا بقى على إطلاقِه يُراد بالمحبَّةِ نفسُها من غيرِ أنْ يقارنَها التَّصدِّى للإشاعةِ وهو الأنسبُ بسياقِ النَّظمِ الكريم فيكون ترتيبُ العذابِ عليها تنبيهًا على عذاب مَن يُباشر الإشاعةَ ويتولَّاها أشدَّ وأعظمَ ويكون الاعتراضُ التذييليُّ أعنى قولَه تعالى: ﴿والله يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ تقريرًا لثبوت العذابِ الأليمِ لهم وتعليلًا له.

**تفسیرِ ابن کثیر:**

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِى الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِى الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ وَاللهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾(النور: 19). وَهَذَا تَأْدِيبٌ ثَالِثٌ لِمَنْ سَمِعَ شَيْئًا مِنَ الْكَلَامِ السَّيِّءِ، فَقَامَ بِذِهْنِهِ مِنْهُ شَىْءٌ، وَتَكَلَّمَ بِهِ، فَلَا يُكْثِرُ مِنْهُ وَيُشِيعُهُ وَيُذِيعُهُ، فَقَدْ قَالَ تَعَالَى: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِى الَّذِينَ آمَنُوا﴾ أَىْ: يَخْتَارُونَ ظُهُورَ الْكَلَامِ عَنْهُمْ بِالْقَبِيحِ، ﴿لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِى الدُّنْيَا﴾ أَىْ:

بِالْحَدِّ، وَفِي الْآخِرَةِ بِالْعَذَابِ، ﴿وَاللهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ أَيْ: فَرُدُّوا الْأُمُورَ إِلَيْهِ تَرْشُدُوا. وَقَالَ الْإِمَامُ أَحْمَدُ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ: حَدَّثَنَا مَيْمُونُ بْنُ أَبِي مُحَمَّدٍ الْمَرَئِيّ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّاد الْمَخْزُومِيُّ عَنْ ثَوْبَان، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ”لَا تُؤذوا عِبَادَ اللهِ وَلَا تُعيِّروهم، ولا تطلبوا عَوَرَاتِهِمْ، فَإِنَّهُ مَنْ طَلَبَ عَوْرَةَ أَخِيهِ الْمُسْلِمِ طَلَبَ اللهُ عَوْرَتَهُ، حَتَّى يَفْضَحَهُ فِي بَيْتِه“.


دینِ متین کی نشر واشاعت اور اسلامی صحافت کی ترویج میں

”ماہنامہ ندائے حسن“ کا ساتھ دیجیے!!

دین کی نشر واشاعت میں ماہنامہ ندائے حسن چارسدہ کا ساتھ دینے کے لیے آپ خود بھی اس کے قاری بن جائیں اور اپنے اعزہ واحباب کو بھی اس کارِ خیر میں شرکت کی دعوت دیں۔ ہوسکتا ہے کہ ہماری اور آپ کی دعوت سے کسی مسلمان بھائی کو قرآن وحدیث اور اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کرنے اور زندگی سنوارنے کا موقع مل جائے اور ہم اس کے نیک اعمال میں برابر کے حصہ دار بن جائیں!

مستقل قاری بن کر آپ صرف 300 روپے سالانہ میں گھر بیٹھے ماہنامہ ندائے حسن کا شمارہ پڑھ سکتے ہیں۔ آج ہی اپنا نام اور ڈاک پتہ بھیج کر اسلامی تعلیمات کی نشر واشاعت میں اپنا حصہ ڈالیں۔

فون نمبر: 03369985724.0916513080

ای میل ایڈریس: Muftifahim@gmail.com

ای میل ایڈریس: atifshah336@gmail.com

﴿اسلامی زندگی﴾

# معاشرتی بگاڑ کے اسباب

مولانا غلام عباس

ہمارے مسلم معاشرے میں چند ایسی چیزیں ہیں، جن کی ہماری نوجوان نسل پرواہ نہیں کرتی۔ یا تو ان کی لاابالی پن کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے یا دین سے دوری اس کا باعث ہوتا ہے یا مغربی معاشرے سے متاثر ہونا ہے۔ اگر ہم آقائے نامدار ﷺ کے فرمان مبارک کو سامنے رکھتے ہوئے ان چیزوں پر عمل کریں تو یقیناً معاشرہ میں کبھی بگاڑ پیدا نہ ہو۔ ویسے تو بہت سارے اسباب ہیں، لیکن چند ایک کا ذکر کرنا نہایت ضروری ہے:

(۱) نماز چھوڑنا (۲) والدین کی نافرمانی (۳) رشتہ داروں سے قطع تعلق (۴) سود کھانا

(۵) شراب نوشی (۶) رشوت خوری (۷) ناپ تول میں کمی (۸) زنا کاری

**(۱) نماز چھوڑنا:**

نماز کی اہمیت کا پتہ اس بات سے چلتا ہے کہ کسی حالت میں بھی اس کی معافی نہیں ہے، بجز اس کے کہ مسلمان شخص کے ہوش وحواس چلے جائیں۔ جب تک ہوش وحواس باقی ہیں، اس کی ادائیگی ضروری ہے۔

**احادیثِ کثیرہ نماز کی اہمیت پر دلالت کرتی ہیں:**

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے نماز کی حفاظت کی تو نماز اس شخص کے لیے قیامت کے دن نور اور سفارشی ہوگی، جس نے اس کو ضائع کر دیا، اس کے لیے اللہ تعالی کے ہاں کوئی دلیل نہیں چلے گی، اس کا حشر (العیاذ باللہ) فرعون، قارون وغیرہ کے ساتھ ہوگا۔ (سنن دارمی، رقم الحدیث: 2756)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جس نے نماز کو ضائع کر دیا، اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔ (ابن ابی شیبہ)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے جان بوجھ کر نماز ترک کردی تو اللہ کا ذمہ اور امان ختم ہوگیا۔ (مسند احمد، رقم الحدیث: 22075)

عبداللہ بن شقیق رحمۃ اللہ علیہ تابعی مرسلاً نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص قیامت

کے دن اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس نے نماز کو ضائع کیا ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کی دوسری نیکیوں کی پرواہ نہیں کرے گا (یعنی نماز چھوڑنے والے کا کوئی عمل قبول نہیں ہوگا)۔ (طبرانی)

آج ہم معاشرے پر نظر ڈالیں کہ کس قدر لوگ نماز کا اہتمام کرتے ہیں اور جو پڑھتے ہیں، ان کے خشوع وخضوع کی کیا حالت ہے؟

**(۲)والدین کی نافرمانی :**

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِیَّاہُ وَبِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا اِمَّا یَبۡلُغَنَّ عِنۡدَکَ الۡکِبَرَ اَحَدُھُمَاۤ اَوۡ کِلٰھُمَا فَلَا تَقُلۡ لَّھُمَاۤ اُفٍّ وَّلَا تَنۡھَرۡھُمَا وَقُلۡ لَّھُمَا قَوۡلًا کَرِیۡمًا﴾

(الاسراء:23)

اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں جہاں اور عبادات کا تذکرہ فرمایا ہے، وہاں والدین کے ساتھ بھی بھلائی کا ذکر کیا ہے۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک عمدہ عبادت ہے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے جناب نبی کریم ﷺ سے جہاد میں شرکت کی اجازت چاہی، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا آپ کے والدین زندہ ہیں؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: آپ کے لیے جہاد والدین کی خدمت ہے۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: 6504)

یعنی جہاد (بمعنی قتال) جو افضل ترین عبادت ہے، لیکن والدین کی خدمت کو اس پر فضیلت دی گئی، پھر آپ خود اندازہ لگائیں کہ والدین کا کیا مقام ہے۔

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ گناہوں کی سزا کو قیامت تک مؤخر کر دیتا ہے، سوائے والدین کی نافرمانی کے (یعنی والدین کے نافرمان کو دنیا میں فوراً سزا ملتی ہے)۔ (صحیح الادب المفرد، رقم الحدیث: 459)

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اصحابِ اعراف کے بارے میں سوال کیا گیا، انہوں نے فرمایا: اعراف جنت اور جہنم کے درمیان ایک پہاڑ ہے، اعراف اس کا نام اس لیے رکھا گیا کہ یہ جنت اور جہنم سے بلند ہے، اس پر پھل اور درخت بھی ہیں، اس پر وہ لوگ رہیں گے جو والدین کی رضا مندی کے بغیر جہاد پر گئے ہوں گے

اورشہید بھی ہو چکے ہیں۔اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہونے کی وجہ سے جہنم سے روک لیے گئے ہیں اور والدین کی رضا مندی کے بغیر جانے کی وجہ سے جنت سے بھی روک دیے گئے ہیں، جب تک اللہ تعالیٰ ان کا حتمی فیصلہ نہیں کریں گے،اس مقام اعراف پر ٹھہرے رہیں۔(سعید بن منصور)

اس دَور میں والدین کی فرمانبرداری تو اپنی جگہ پر، لیکن لوگ والدین کی خدمت سے بیزار ہیں، اکثر بچے بچیاں والدین سے باغی ہیں، معاشرے میں لڑکے بھی پسند کی شادیاں کرتے ہیں اور لڑکیاں بھی والدین کی رائے کو ردی کی ٹوکری میں ڈال دیتی ہیں، لیکن یہ بات مسلّم ہے کہ والدین کے نافرمان کو جلد از جلد سزا ملتی ہے، پسند کی شادیاں کرنے والے بعد میں خوب پچھتاتے ہیں کہ کاش ہم ایسا نہ کرتے۔

**رشتہ داروں سے قطع تعلق:**

رشتہ داروں سے حسن سلوک کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

﴿ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآءَ لُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا﴾(النساء:۱)

ترجمہ:اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس کے نام پر تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور قرابت داروں سے ڈرو (یعنی ان کے ساتھ قطع تعلق سے ڈرتے اور بچتے رہو)۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قطع تعلق کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔(سنن ترمذی، رقم الحدیث:1909)

دوسرے مقام پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے، وہ اپنے رشتہ داروں سے تعلق قائم رکھے۔(صحیح البخاری، رقم الحدیث:6138)

آپ ﷺ نے فرمایا کہ قاطع (قطع تعلق کرنے والا) جنت میں داخل نہ ہوگا۔یعنی بھائی، بہن، پھوپھی وغیرہ سے قطع تعلق کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔(مسلم شریف، رقم الحدیث:6521)

ہمارے معاشرے میں سب سے بڑا اختلاف رشتہ داروں سے ہی ہوتا ہے، ہم لوگ دوسروں کے خیر خواہ بننے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن رشتہ داروں سے شادی غمی تک ختم کر دیتے ہیں۔

**(۴) سود کھانا:**

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ﴾(البقرة:۲۷۹)

یہ آیت سودخور کے بارے میں ہی نازل ہوئی ہے، گناہ سب کے سب قبیح ہیں، لیکن سود ایسا گناہ ہے کہ سودخور آدمی کو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرنے والا قرار دیا گیا ہے۔ باقی گناہوں کے بارے میں اتنی سخت وعید نہیں آئی ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس قوم میں سود عام ہو جائے، ان میں دیوانگی (پاگل پن) عام ہو جاتی ہے، جس قوم میں زنا عام ہو جائے تو ان میں موت عام ہو جاتی ہے، جو قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے اللہ تعالی ان سے بارش کو روک لیتا ہے۔ (ابن ماجہ)

حضور ﷺ نے فرمایا کہ چار قسم کے لوگ ہیں، جن کے بارے میں اللہ تعالی کو حق ہے کہ نہ ان کو جنت میں داخل کرے گا اور نہ ہی جنت کی نعمتوں کا مزہ چکھائے گا:

(۱) سودخور (۲) شراب کا عادی (۳) یتیم کا مال ناحق کھانے والا (۴) والدین کا نافرمان (مسند بزار)

سود کے ستر باب (یعنی گناہ) ہیں، ان میں سب سے ہلکا یہ ہے کہ آدمی اپنی ماں سے زنا کرے۔ (ابن ماجہ، رقم الحدیث: 2275)

ایک دوسری روایت ہے کہ سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو! ان میں سے ایک سود کھانا بھی ہے۔ (مشکوۃ، رقم الحدیث: 48)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ زائد لینے والا اور دینے والا دوزخی ہیں، ہم اللہ تعالی سے اس معاملہ میں عافیت چاہتے ہیں یعنی سود سے بچتے ہیں۔

آج کل ہمارے معاشرے میں کتنے لوگ ہیں جو کھلم کھلا سود کا کاروبار کرتے ہیں یا حیلہ سازی سے سود کی کمائی کرتے ہیں۔ اللہ تعالی ان کو ہدایت دے۔ اللہ تعالی اُمتِ مسلمہ کو ان کے شرور سے محفوظ فرمائے۔

## (5) شراب نوشی:

شراب نوشی کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿یٰٓـاَیُّھَا الَّـذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنَّمَا الۡخَمۡرُ وَالۡمَیۡسِرُ وَالۡاَنۡصَابُ وَالۡاَزۡلَامُ رِجۡسٌ مِّنۡ عَمَلِ الشَّیۡطٰنِ فَاجۡتَنِبُوۡہُ لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ﴾(المائدة: ۹۰)

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ شراب ناپاک عمل ہے، اس سے بچو، وہ تمام برائیوں کی جڑ ہے۔

حضور پاک ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص شراب پیتا رہا اور بغیر توبہ کیے مر گیا، وہ شرب طہور (پاک پینے) سے محروم رہے گا۔ (بخاری، رقم الحدیث: 5575)

آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ شراب کا عادی بت کے پجاری کی طرح ہے۔ (ابن ماجہ: 3375)

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: شراب کا عادی اور والدین کا نافرمان جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔ (سلسلہ احادیث صحیحہ، رقم الحدیث: 2456)

ایک اور حدیث مبارک ہے، جو شخص شراب پیتا ہے یا زنا کرتا ہے، اللہ تعالی اس سے ایمان کو اس طرح نکال لیتا ہے جس طرح انسان اپنے سر سے قمیص اتارتا ہے۔ (مجموعہ ضعیف احادیث، رقم الحدیث: 169)

اگر ہم معاشرہ میں دیکھیں تو لوگ شراب نوشی کو (العیاذ باللہ) گناہ ہی تصور نہیں کرتے، بلکہ اس پر فخر کرتے ہیں، اللہ تعالی اس گناہ کی لعنت سے ہماری حفاظت فرمائے۔

**(٦) رشوت خوری:**

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رشوت لینے والا اور دینے والا دوزخی ہے۔ (مسند البزار، رقم الحدیث: 1037)

ایک اور روایت میں ہے کہ رشوت دلانے والے پر بھی لعنت فرمائی گئی ہے (یعنی جو رشوت دینے دلوانے کا ذریعہ بنتا ہے)۔ (ابن حبان)

آج کل ہمارے وطنِ عزیز پاکستان میں کوئی ایسا ادارہ ہی نہیں ہے، جہاں رشوت کے بغیر کام ہوتے ہوں۔ ہمیں اللہ تعالی اور رسول اللہ ﷺ کا ڈر ہے ہی نہیں، جن قوموں میں اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانیاں شروع ہو جائیں، وہ کبھی بھی ترقی نہیں کر سکتیں۔ ہم پر لازم ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ ہمارے وطن پاکستان سے اس رشوت کی لعنت کو دور کرے۔

**(٧) ناپ تول میں کمی:**

اللہ تعالی نے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے بارے میں قرآن پاک میں فرمایا ہے:

﴿ویل للمطففین﴾(المطففین:1)

''ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے ہلاکت ہے''۔

حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ جب کوئی قوم وعدہ خلافی کرتی ہے تو اللہ تعالی ان پر دشمن مسلط کر دیتے ہیں، جب اللہ تعالی کی شریعت کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے تو اللہ تعالی ان میں محتاجی وفقر کو عام کر دیتے ہیں، جب ان میں محتاجی پھیل جاتی ہے تو اللہ تعالی ان میں موت نازل کر دیتا ہے، جب ناپ تول میں کمی کرتے ہیں تو ان کی کھیتیاں تباہ ہوجاتی ہیں، قحط سالی آجاتی ہے۔(طبرانی)

**(۸)زنا کاری:**

اللہ تعالی نے زنا کی مذمت بیان کرتے ہوئے قرآن پاک میں فرمایا:

﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰی اِنَّہٗ کَانَ فَاحِشَۃً وَسَآءَ سَبِیْلًا﴾(الاسراء:۳۲)

ترجمہ:اور زنا کے قریب نہ جاؤ، کیونکہ وہ بے حیائی اور برائی کا کام ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:جب بندہ زنا کرتا ہے تو ایمان اس سے نکل کر اس کے سر پر سائباں کی طرح ہوجاتا ہے، پھر جب وہ اس سے فارغ ہوجاتا ہے تو ایمان اس کی طرف لوٹ آتا ہے۔(ترمذی، رقم الحدیث:2625)

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ہے کہ تین قسم کے لوگ ہیں جن سے روز قیامت اللہ تعالی نہ کلام کرے گا، نہ ان کی طرف دیکھے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا:

(۱)بوڑھا زانی (۲)جھوٹا بادشاہ (۳)متکبر فقیر۔(مسلم، رقم الحدیث:107)

> قرآن پاک کے سورۃ المائدۃ آیت نمبر 57 میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:
> اے ایمان والو! اُن لوگوں کو اپنا دوست نہ بناؤ جنہوں نے تمہارے دین کو مذاق اور کھیل بنالیا ہے، اُن لوگوں میں سے جن کو پہلے کتاب دی گئی اور نہ کفار کو اور اللہ سے ڈرتے رہو اگر تم مومن ہو۔

﴿اسلامی زندگی﴾

# نبی کریم کی سیرت طیبہ مثالی نمونہ اور روشنی کا مینار

مولانا محمد طارق نعمان گڑنگی

ماہِ ربیع الاول کا آغاز ہو چکا ہے، یہ وہ مبارک مہینہ ہے، جس کا اللہ پاک نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے لیے انتخاب فرمایا۔ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی کے ہر شعبے، ہر گوشے اور ہر پہلو کے بارے میں انسانیت کی مکمل رہنمائی عطا فرمائی ہے۔قوی ہدایات بھی دی ہیں اور پھر خود ان پر عمل بھی کر کے دکھایا ہے۔اس طرح ہمیں ہر گوشۂ زندگی کے بارے میں واضح، صاف، افراط وتفریط سے پاک، معقول، روشن اور بہترین رستہ بتایا ہے۔پھر آپ کی سیرتِ پاک میں بنی نوع انسان کے ہر طبقے اور ہر گروہ کے لیے ذاتی اور اجتماعی طور پر بھی واضح ہدایات موجود ہیں۔ایک شخص بچپن میں ناسازگار حالات میں گر جائے تو وہ مائی آمنہ کے لال اور عبداللہ کے دریتیم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں تسلی واطمینان کا سامان پائے گا۔نوجوانوں کے لیے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاداری اور عفت و پاکبازی کا بہترین عملی نمونہ موجود ہے کہ آپ بچپن سے ہی کنواری لڑکیوں سے زیادہ حیادار تھے۔تاجروں کو مکہ کے اس عظیم تاجر سے سبق ملتا ہے، جس کے تجارتی لین دین، دیانتداری اور کھرے معاملے کا شہرہ ملک شام تک پھیلا ہوا تھا اور اسی بنا پر اُن کو متفقہ طور پر "صادق" اور امین" کا خطاب اپنی قوم سے مل چکا ہے۔

حکمرانوں کو اگر نمونۂ عمل چاہیے تو وہ غور کریں کہ مدینہ کے اس بوریا نشین سربراہ جو مکہ میں فاتحانہ داخل ہوا تو انکساری کی وجہ سے سر مبارک اونٹ کی گردن تک جھکا ہوا تھا۔اساتذہ اور معلمین کے لیے اس معلم اعظم کی ذات میں بہت بڑا سبق موجود ہے، جو صفہ والوں کو کتنی شفقت، دردمندی اور دل سوزی سے پڑھایا کرتا تھا۔شاگردوں کے لیے بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں نمونہ ہے، وہ اس طرح کہ حضرت جبریل علیہ السلام کے سامنے دوزانو اور مؤدب بیٹھا کرتے تھے۔

اگر آپ شوہر ہیں تو حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالی عنہا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کے شوہر کی پاک زندگی کا مطالعہ کرنا ضروری ہے۔

اگر آپ اولاد والے ہیں تو حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالی عنہا کے باپ اور حضرت حسن و حسین رضی اللہ تعالی عنہما کے نانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت و محبت اور حسن تربیت پر غور فرمائیں۔ اگر مزدور اور محنت کش ہیں تو مسجد نبوی کے معمار اور اپنے ہاتھوں سے خندق کھودنے والے پیغمبر کی زندگی کا مطالعہ فرمائیں۔

غرض مولانا شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں تم جو کوئی بھی ہو اور جس حال میں بھی ہو، تمہاری زندگی کے لیے نمونہ تمہاری سیرت و اخلاق کی درستگی کے لیے سامان، تمہارے ظلمت کدہ کے لیے ہدایت کا چراغ اور راہنمائی کا نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کاملہ اور سیرت پاک میں ہر وقت مل سکتا ہے۔ اس لیے زندگی کے ہر شعبے کے ہر فرد کے لیے اور ہر طالب حق کے لیے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا مطالعہ ہدایت کا نمونہ اور نجات کا ذریعہ ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر لحاظ سے انسان کامل تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ سراسر نور و ہدایت اور حسن و جمال کا مرقع تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی بھر کبھی جھوٹ نہیں بولا، حالانکہ جس معاشرے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آنکھ کھولی، اس کی بنیاد ہی جھوٹ، غلط بیانی اور دھوکہ دہی پر تھی۔ جھوٹ کو اگر چہ عیب جانا جاتا تھا، مگر اس کا چلن اس قدر عام تھا کہ معیوب ہونے کے باوجود اسے انسان کی ذہانت و فطانت اور ہوشیاری تصور کیا جانے لگا تھا۔ رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے معاشرے میں آنکھ کھولنے کے باوجود اپنے دامن کو ہمیشہ اس آلودگی سے پاک صاف رکھا۔ بچپن اور لڑکپن میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ صفت اتنی معروف اور نمایاں ہوئی کہ معاشرے کا کوئی فرد اس سے بے خبر رہا، نہ کبھی اس کا انکار کر سکا۔ پوری قوم کے درمیان آپ صلی اللہ علیہ وسلم صادق و امین کے القاب سے معروف ہو گئے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس صفت کی بدولت بدترین مخالفتوں کے ادوار میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ستارہ چمکتا رہا۔ چالیس سال کی عمر تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوری قوم کے درمیان بلا استثنا، سب سے معزز و محترم شخصیت تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس سال کی عمر میں اللہ کی طرف سے حکم ملنے پر اعلان نبوت کیا تو حالات یکسر بدل چکے تھے۔ پوری قوم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں اٹھ کھڑی ہوئی۔ ہر قسم کا حربہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف استعمال کیا جانے لگا۔ مشرکین مکہ جان کے دشمن بن گئے، لیکن اس سارے عرصے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت و صداقت کا انکار کوئی نہ کر سکا۔

کوہِ صفا کے مشہور خطبے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا اصلی خطاب شروع کرنے سے پہلے لوگوں سے گواہی لی کہ کیا تم لوگوں نے مجھے سچا پایا ہے یا جھوٹا؟ تو مجمع بہ یک زبان پکار اٹھا کہ ہم نے آپ کو ہمیشہ راست گو پایا ہے، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ اس گواہی کے باوجود اسی مجلس میں ابو لہب اور دیگر لوگوں نے بعد میں دعوتِ حق سے انکار کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا اور نت نئے الزامات تراشے، لیکن آمنہ کے لال، عبداللہ کے درِّ یتیم، محبوب کبریا، احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ان کی وہ پہلی گواہی قولِ فیصل بن کر تاریخ کا حصہ بن گئی اور لوگوں کے ذہن میں ہمیشہ پیوست رہی۔ قریش مکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا مخالف ابوجہل سمجھا جاتا ہے۔ وہ بھی آپ کو جھوٹا کہنے کی ہمت نہ کر سکا۔

**حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر ابوجہل کی گواہی:**

ایک مرتبہ عرب کی ایک دوسری معروف شخصیت اخنس بن شریق نے ابوجہل سے پوچھا کہ تم جو اس (محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کو جھٹلاتے ہو تو کیا واقعی اسے جھوٹا سمجھتے ہو؟ جواب میں اس نے کہا: بخدا! میں نہیں سمجھتا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جھوٹ بولتا ہے، لیکن تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ وہ بنو ہاشم میں سے ہے اور ہم بنو مخزوم ہیں۔ ہم ہمیشہ سے ان کے روایتی حریف اور مدمقابل ہیں۔ مہمان نوازی سے لے کر جنگ آرائی اور جود و سخا سے لے کر شعر و خطابت تک ہر میدان میں ہم نے ان کا مقابلہ کیا ہے، اب اس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے تو ہم اسے نبی مان کر اپنی برتری سے دست بردار ہو جائیں۔ بخدا! ایسا نہیں ہو سکتا۔

قرآن کریم فرقانِ حمید میں اللہ رب العالمین نے اسی واقعے کی جانب کئی مقامات پر اشارہ کر کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حوصلہ دیا ہے۔ ارشاد باری ہے:

> ترجمہ: اے نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمیں معلوم ہے کہ جو باتیں یہ لوگ بناتے ہیں، ان سے تمہیں رنج ہوتا ہے، لیکن یہ لوگ تمہیں نہیں جھٹلاتے بلکہ یہ ظالم دراصل اللہ کی آیات کا انکار کر رہے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں صداقت و امانت کی گواہی محض ابوجہل ہی نے نہیں دی، بلکہ پوری قوم اس کی گواہ تھی۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو جو ہدایات دیں، ان میں راست بازی سب سے نمایاں ہے۔ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ اس کی بہترین مثال تھے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا

رعب عطا فرمایا تھا کہ بدترین دشمن بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آنکھیں جھکانے پر مجبور ہو جاتے تھے۔

**صدق و سچائی ایک اعلیٰ صفت:**

سیرت کا مشہور واقعہ ہے کہ ابوجہل نے کسی سے اونٹ خریدے تھے اور طے شدہ سودے کے مطابق وہ ان کی قیمت ادا کرنے میں لیت ولعل سے کام لے رہا تھا۔لوگوں نے ازراہِ مذاق اس شخص سے کہا کہ اپنی دادرسی کے لیے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس چلے جاؤ۔ کفار کا خیال تھا کہ ابوجہل آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو خوب جلی کٹی سنائے گا، لیکن چشم فلک نے یہ منظر بھی دیکھا کہ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس اجنبی کو ساتھ لے کر رئیس قریش کے پاس پہنچے اور فرمایا کہ اس کی رقم اسے ادا کر دو! تو ابوجہل نے بلا حیل و حجت اس کی پوری رقم ادا کر دی۔سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہمیشہ سچ بولنے والے بندوں کو بھی اللہ کی طرف سے ایک خاص برہان حاصل ہو جاتی ہے، جو بدترین مخالفین پر بھی ان کا رعب اور دھاک قائم کر دیتی ہے۔صدق و سچائی ایک اعلیٰ صفت ہے۔

قرآن مجید فرقانِ حمید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ترجمہ: اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، سیدھی اور سچی بات کیا کرو، اللہ تمہارے اعمال درست کر دے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا۔ جو شخص اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کرے، بس وہی عظیم کامیابی کا مستحق ہے۔ (الاحزاب:70,71)

ایک دوسرے مقام پر تمام اہل ایمان کو تقویٰ کی تلقین فرماتے ہوئے حکم دیا گیا:

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور سچے لوگوں کے ساتھی بن جاؤ۔

ہم اس نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اُمت ہیں، جس نے سچائی کی تعلیم دی اور سچا بن کر ہر دوست اور دشمن سے اپنا سکہ منوایا۔کسی کلمہ گو کے لیے جھوٹ بولنا ہرگز جائز نہیں۔ سچ بولنا اور اس پر قائم رہنا شیوۂ ایمانی بھی ہے اور سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا پیروکار ہونے کا ثبوت بھی۔آیئے! ہم عہد کریں کہ ہمیشہ سچ بولیں گے۔اس سے قبل ہم سے جو کوتاہیاں ہوئیں، ہم سب اس پر اللہ سے توبہ کریں۔خود سچ پر قائم رہنے کے ساتھ ساتھ اپنے تمام اہل وعیال و وابستگان کو بھی اس کی تعلیم دینا، اس کی برکات سے آگاہ کرنا اور جھوٹ کی تباہ

کاریوں سے متعارف کرا کے اس سے اجتناب پر آمادہ کرنا؛ ہمارا فرض ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین یارب العالمین بحرمۃ سید الانبیاء والمرسلین)

؎ کسی غمگسار کی نعمتوں کا یہ خوب میں نے صلہ دیا
کہ جو میرے غم میں گھلا کیا اسے میں نے دل سے بھلا دیا
تیرے حسن خلق کی ایک رمق میری زندگی میں نہ مل سکی
میں اسی میں خوش ہوں کہ شہر کے درو بام کو تو سجادیا
تیرے ثور و بدر کے باب سے میں ورق الٹ کے گزر گیا
مجھے صرف تیری حکایتوں کی روایتوں نے مزا دیا
(پروفیسر عنایت علی خاں)

اپنے حلال کاروبار کی تشہیر کے لیے''ماہنامہ الحسن چارسدہ'' کی خدمات حاصل کیجیے!
اگر آپ چاہتے ہیں کہ''ماہنامہ الحسن چارسدہ'' آپ کے حلال کاروبار میں آپ کی ساکھ اور خدمات کو قارئین کرام تک پہنچائے تو اس کے لیے آپ اپنی پسند کا ایک سنجیدہ اشتہار ڈیزائن کر کے ہمیں ای میل کریں اور دیگر تفصیلات جاننے کے لیے ''ناظم ماہنامہ الحسن چارسدہ'' سے براہِ راست یا فون کے ذریعے رابطہ کیجیے۔

ناظم: ماہنامہ الحسن چارسدہ فون نمبر: 0336-9985724
ای میل ایڈریس: Muftifahim@gmail.com

﴿تحقیقی مضامین﴾

## جمھوریت اورووٹ کی شرعی حیثیت

مولانا عنایت شاہ ترناب
مدرس دارارقم ترناب چارسدہ

**خلافت ارض:**

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے:

﴿وَاِذْقَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً﴾ (البقرۃ:30)

تفسیر: اورجس وقت ارشاد فرمایا آپ کے رب نے فرشتوں سے (تاکہ وہ اپنی رائے ظاہر کریں، جس میں حکمت ومصلحت تھی۔مشورہ کی حاجت سے تواللہ تعالیٰ بالاوبرتر ہے)۔اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ ضرور میں بناؤں گا زمین میں ایک نائب یعنی وہ میرا نائب ہوگا اور اپنے احکامِ شرعیہ کے اجراونفاذ کی خدمت اس کے سپرد کروں گا۔

اقتدارِاعلیٰ تمام کائنات اور پوری زمین پرصرف اللہ تعالیٰ کا ہے۔قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنِ الحُکمُ إلاّ للّٰہ﴾ (الانعام:57)

زمین کے انتظام کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نائب آئے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے زمین پر سیاست وحکومت اور بندگانِ خدا کی تعلیم وتربیت کا کام کرتے ہیں۔ان خلفاونائبین کا تقرر بلاواسطہ خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔ان کی تقرری میں کسی کے عمل وکسب کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

﴿ اَللّٰہُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ﴾ (الحج:75)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ انتخاب کرتا ہے فرشتوں میں سے اپنے رسولوں کا اور انسانوں میں سے۔

خلافت ونیابت الٰہیہ کا سلسلہ آدمؑ سے شروع ہو کر محمد ﷺ پر ختم ہوا۔حضرت محمد ﷺ اس زمین پر اللہ تعالیٰ کے آخری خلیفہ ہیں۔آپ ﷺ پر خلافتِ الٰہیہ کا سلسلہ ختم ہوا،لہٰذا آپ ﷺ کے بعد خلافتِ رسول ﷺ کا سلسلہ اس کے قائمقام ہوا اور اس خلیفہ کا تقرر ملّت کے انتخاب سے قرار پایا۔آپ ﷺ کی اُمت کو مجموعی اعتبار سے معصوم قرار دیا گیا۔چنانچہ ارشاد پاک ہے:

"لن تجتمع أمتي على ضلالة". (سنن ابن ماجہ،رقم الحدیث:3950)

ترجمہ:میری اُمت کبھی گمراہی پر جمع نہیں ہوگی۔

یہ اُمت جسے خلافت کے لیے منتخب کرے گی،وہ خلیفۂ رسول کی حیثیت سے نظامِ عالم کا ذمہ دار ہوگا اور خلیفہ سارے عالم کا ایک ہوسکتا ہے۔خلافتِ راشدہ کے بعد مختلف خطوں میں مختلف امیر بنائے گئے۔ان میں سے کوئی بھی خلیفہ کہلانے کا مستحق نہیں،ہاں امیر خاص کہا جاسکتا ہے۔اسلامی نظریہ کے تحت مسلمانوں کی اکثریت جس کو امیر منتخب کرے،وہی اس ملک کا امیر اور والی کہلائے گا۔

﴿وأمرهم شورىٰ بينهم﴾(الشوریٰ:38)

اسمبلیاں اسی طرزِ عمل کا ایک نمونہ ہے۔عام جمہوری ملکوں کی اسمبلیاں آزاد ہیں،وہ اچھا یا بُرا قانون بنا سکتے ہیں۔اسلامی اسمبلی اور اس کے ممبران قانون بنانے میں قرآن وسنت کے پابند ہوں گے۔

**ایمان اور عملِ صالح کرنے والوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا وعدہ:**

قرآن مجید فرقانِ حمید میں ارشاد باری ہے:

﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾(النور:56)

ترجمہ:جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے،ان سے خدا کا وعدہ ہے کہ اُن کو ملک کا حاکم بنا دے۔

**حکومت وسیاست کے لیے ہدایت نامہ:**

قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

﴿يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ

الْھَوٰی﴾(ص:26)

(1)ہم نے آپ کو زمین میں اپنا خلیفہ بنایا۔

(2)اس حیثیت سے آپ کا بنیادی کام حق کے مطابق فیصلہ کرنا ہے۔

(3)اس کام کے لیے خواہشات نفسانی کی پیروی سے بچنا۔

**شہادت:**

ملک کے باگ ڈور اور عدالتی نظام میں شہادت کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے:

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ شُھَدَآءَ لِلّٰہِ﴾(النساء:135)

ترجمہ:اے ایمان والو! تمام معاملات میں ادائے حق کے وقت اور فیصلہ کے وقت بھی انصاف پر خوب قائم رہنے والے اور شہادت کی نوبت آوے تو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے سچی گواہی دینے اور اظہار کرنے والے بنو۔

ووٹ دینے والا (صحیح معنوں میں ووٹ کی اہمیت سمجھنے والا) اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ یہ شخص اس کام کی قابلیت، دیانت اور امانت رکھتا ہے۔اُمیدوار کے اندر یہ صفات نہ ہونے کی صورت میں ووٹ دینا ایک جھوٹی شہادت ہے جو کہ گناہِ کبیرہ کے ساتھ ساتھ وبالِ دنیا و آخرت بھی ہے۔

**سفارش:**

ووٹ دینے والا اُمیدوار کی نمائندگی کی سفارش کرتا ہے۔قرآن حکیم میں ارشادِ ربانی ہے:

﴿مَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَۃً حَسَنَۃً یَّکُنْ لَّہٗ نَصِیْبٌ مِّنْھَا وَمَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَۃً سَیِّئَۃً یَّکُنْ لَّہٗ کِفْلٌ مِّنْھَا﴾(النساء:85)

یعنی جو شخص اچھی سفارش کرتا ہے، اس میں اس کو بھی حصہ ملتا ہے اور جو بُری سفارش کرتا ہے تو اس کی بُرائی میں اس کا بھی حصہ ہوتا ہے، جس نے سفارش کی ہوتی ہے۔اچھی سفارش یہ ہے کہ کوئی آدمی کسی قابل اور دیانت دار آدمی کی سفارش کرے اور بُری سفارش یہ ہے کہ کوئی شخص کسی نا اہل، نالائق اور ظالم و فاسق کی سفارش کرکے اس کو خلقِ خدا پر مسلط کرے۔کامیاب ہونے والا اُمیدوار کوئی نیک یا بدعمل کرے تو اس میں

سفارش کرنے والے بھی شریک سمجھے جائیں گے۔

**وکالت:**

ووٹ کی تیسری حیثیت وکالت کی ہے اور یہ وکالت ایسے حقوق سے متعلق ہے، جس میں پوری قوم شریک ہے۔ کسی نااہل کو اپنی نمائندگی کے لیے ووٹ دے کر کامیاب بنایا تو پوری قوم کے حقوق پامال کرنے کا گناہ بھی اس ووٹ دینے والے کی گردن پر رہے گا۔ نیک، صالح اور قابل دیانت دار آدمی کو ووٹ دینا موجبِ ثواب اور نااہل غیر متدین شخص کو ووٹ دینا جھوٹی شہادت ہے اور اس کے تباہ کن اثرات اس کے نامۂ اعمال میں لکھے جائیں گے۔ حضور پاک ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

"المرء مع من أحب". (صحیح مسلم، حدیث رقم: 6718)

ترجمہ: آدمی اسی کے ساتھ ہوتا ہے، جس کے ساتھ محبت ہو۔

ووٹ دینے سے پہلے تحقیق کرے کہ اُمیدوار کام کی صلاحیت رکھتا ہے کہ نہیں؟ دیانت دار ہے یا نہیں؟ غفلت اور لاپرواہی سے بلاوجہ ان عظیم گناہوں کا مرتکب نہ ہو۔ فتاویٰ فریدیہ میں لکھا ہے کہ جو شخص ایسی پارٹی کو ووٹ دے جو شرعی قانون نہیں چاہتی تو یہ شخص غدار، خائن اور شفیع سوء ہے۔

**ووٹ کی خرید وفروخت:**

ووٹ شفاعت اور شہادت کا نام ہے اور ان میں سے کسی ایک پر بھی معاوضہ لینا جائز نہیں۔ (فتاویٰ فریدیہ، جلد اول، ص 555)

**اپنے ووٹ کو استعمال کرنا شرعاً ضروری ہے:**

ہماری سیاست بلاشبہ مفاد پرست لوگوں کے گندے ہاتھوں میں گندگی کا تالاب بن چکا ہے، لیکن جب تک کچھ صاف سُتھرے لوگ اسے پاک کرنے کے لیے آگے نہیں بڑھیں گے، تب تک اس گندگی میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ سرور کونین ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

ترجمہ: اگر لوگ ظالم کو دیکھ کر اس کا ہاتھ نہ پکڑیں تو کچھ بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سب پر اپنا عذابِ عام نازل فرمائے۔ (جمع الفوائد، جلد دوم)

لہٰذا خاموش بیٹھنے کے بجائے ظالم کا ہاتھ پکڑ کر ظلم کو روکنے کی کوشش کریں۔

**ووٹ نہ دیناحرام ہے :**

ووٹ کی حیثیت شہادت جیسی ہے اورضرورت کے موقع پرشہادت چھپاناحرام ہے۔اللہ تعالیٰ کاارشادپاک ہے:

﴿وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ﴾ (البقرۃ:283)

ترجمہ:اورتم گواہی کونہ چھپاؤاورجوشخص گواہی کوچھپائے اس کادل گناہ گارہے۔

آنحضرتﷺ کاارشادمبارک ہے:

جس کسی کوشہادت کے لیے بلایاجائے، پھروہ اسے چھپائے تووہ ایساہے،جیسے جھوٹی گواہی دینے والا۔

حضرت زیدبن خالدؓروایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا: کیامیں تمہیں نہ بتاؤں کہ بہترین گواہ کون ہے؟ جواپنی گواہی کسی کےمطالبہ کرنے سے پہلے ہی اداکرے۔( صحیح مسلم،حدیث رقم:1059)

**اُمیدوار کی اہلیت:**

امیدوارکی حیثیت سے کھڑاہونے والاشخص دوچیزوں کامدعی ہوتاہے،ایک یہ کہ میں اس کام کااہل ہوں اوردوسرایہ کہ میں دیانت داری اورامانت داری سےاس کام کوانجام دوں گا۔اگروہ اس دعویٰ میں سچاہےتو ٹھیک ہےاوراگراس میں یہ صلاحیت نہیں ہےتووہ پورےقوم کاغداراورخائن ہےاورخیانت کامجرم بن کرمستحقِ عذاب ہے۔اللہ تعالیٰ کاارشادہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا﴾ (النساء:58)

ترجمہ:اے اہلِ حکومت (خواہ تھوڑےلوگوں پرحکومت ہوخواہ بہت لوگوں پرحکومت ہو) بےشک اللہ تعالیٰ حکم دیتاہےکہ اہلِ حقوق کوان کےحقوق پہنچادیاکرو۔

**حکومت کے عہدے اللہ تعالیٰ کی امانتیں ہیں:**

کوئی عہدہ کسی ایسےشخص کےسپردکرنا،جوعلمی وعملی لحاظ سےاس کااہل ہو،امانت کواس کےحق داروں تک صحیح طورپرپہنچاناہے،جبکہ کسی عہدےپرغیراہل کوبٹھاناخیانت ہےاورایسےآدمی پرحدیث مبارکہ میں لعنت کی گئی ہے۔آپﷺ کاارشادپاک ہے:

جس شخص کو عام مسلمانوں کی کوئی ذمہ داری سپرد کی گئی ہو، پھر اس نے کوئی عہدہ محض دوستی اور تعلق کی بنیاد پر بغیر اہلیت معلوم کیے ہوئے دے دیا؛ اس پر اللہ کی لعنت ہے۔ نہ اس کا فرض مقبول ہے نہ نفل، یہاں تک کہ وہ جہنم میں داخل ہوجائے۔ (مجمع الفوائد، ص 325)

**موجودہ عام انتخابات میں حصہ لینے کی شرعی حیثیت:**

خیر القرون میں ذی رائے (خواص) ووٹ استعمال کرتے تھے نہ کہ ہر شخص اور چونکہ موجودہ دور میں ''اعجاب کل ذی راي برأیہ'' رائج ہے اور اس کا انسداد ناممکن ہے، لہٰذا آیت ﴿ماکان لیأخذ أخاه في دین الملك الاّ أن یشاء اللہ﴾ کی رو سے اقتدار اسلامی کا اس حیلہ سے حصول ممنوع نہیں۔ (فتاویٰ فریدیہ، جلد اول)

**سیاستِ شرعیہ اسلام کا حصہ ہے:**

سیاست اور اسلام میں کوئی تصادم نہیں۔ سیاستِ شرعیہ اسلام کا حصہ ہے۔ (فتاویٰ فریدیہ، جلد اول)

**بے دین اور کافروں سے سیاسی اتحاد:**

کمیونزم اور سوشلزم کافرانہ نظام ہے، ان کی تحسین اور تائید کافرانہ اُمور ہیں، البتہ اسلام کے مفاد کی خاطر کسی کافر کے ساتھ اتحاد ممنوع نہیں۔ (فتاویٰ فریدیہ، جلد اول)

**اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے جلسے جلوس وغیرہ کرنا بغاوت نہیں:**

غیر مسلح قوم جبکہ جلسے اور جلوس کو زیرِ غور لائے تو ان کو باغی کہنا ہی دین سے بغاوت ہے، جبکہ یہ قوم سوشلزم کو دبانے اور اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے جہاد اور جدوجہد کرنے والی ہو۔ (فتاویٰ فریدیہ، جلد اول)

**سوشلزم کے حامیوں کو ووٹ دینے کا حکم:**

اگر کوئی آدمی سوشلزم کو موجبِ ترقی سمجھتا ہو اور اسلامی نظام کو فرسودہ نظام تصور کرتا ہو تو یہ آدمی خارج از اسلام ہے اور اگر ڈر، قومیت یا عصبیت کی بنا پر سوشلزم کو ووٹ دیتا ہے تو فاسق ہے کافر نہیں۔ (فتاویٰ فریدیہ، جلد اول)

**اسلامی نظام کا نفاذ بغیر اقتدار اور کرسی کے ممکن نہیں:**

ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اسلامی نظام لانے کی حمایت کرے اور اعانت کرے اور غیر اسلامی نظاموں کا مقابلہ کرے۔ پس جو شخص اس سے منحرف ہوگا، وہ فاسق ہوگا اور بعض صورتوں میں کافر ہوگا۔ مثلاً جب غیر اسلامی نظاموں کو موجبِ ترقی مانے اور اسلامی نظام کو موجب تنزل مانے۔ یہ امر واضح رہے کہ اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے ایک زبردست اور مستحکم حکومت کی ضرورت ہے، ایک قوی اور مستحکم حکومت اور اقتدار کے بغیر اسلامی نظام کا نفاذ ممکن نہیں اور یہ موقوف ہے ووٹ کے صحیح استعمال پر۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ووٹ صحیح استعمال کرنے کی توفیق دیں۔ آمین!

دردِ سر مہمان

بصرہ کے ایک آدمی کا دوست مدینہ منورہ میں رہتا تھا، یہ آدمی مہمان بن کر اس کے پاس آیا اور کئی روز گزر گئے، لیکن اس نے وہاں سے جانے کا نام ہی نہ لیا۔ ایک دن مدنی آدمی نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں کل مہمان سے کہوں گا کہ تم کتنے گز کود سکتے ہو؟ مقابلہ کریں گے، پہلے میں کود جاؤں گا اور جب وہ کود جائے تو تم پیچھے سے دروازہ بند کر لینا، چنانچہ جب اگلا دن آیا تو مدنی نے اس سے کہا: اے ابوفلاں! کیا تم کود سکتے ہو؟ اس نے کہا: بہت خوب کود سکتا ہوں۔ میزبان نے کہا: تو پھر میرے ساتھ کودو۔ بصری آدمی نے حامی بھر لی، میزبان نے گھر کے اندر سے چھلانگ لگائی تو وہ گھر سے باہر کئی گز کے فاصلے پر جا گرا، پھر اس نے مہمان سے کہا: اب تم چھلانگ لگاؤ۔ اس نے گھر کے اندر ہی اندر دو گز چھلانگ لگائی۔ میزبان نے اس سے کہا: میں نے گھر کے باہر کئی گز تک چھلانگ لگائی اور تم نے گھر کے اندر اندر صرف دو گز چھلانگ لگائی، اس کی کیا وجہ ہے؟ اس نے کہا: گھر کے اندر کے دو گز باہر کے کئی گزوں سے بہتر ہیں۔ (ابن عاصم، حدائق: ص 206)

﴿تحقیقی مضامین﴾

# غامدی فکر کی بنیادی گمراہی

(پہلی قسط)

مولانا یحییٰ نعمانی

گزشتہ تقریباً بیس سال سے جناب جاوید احمد غامدی صاحب کے افکار کا ذرائع ابلاغ میں چرچا خاصا سرگرمی سے جاری ہے۔ یہ عاجز ان کی چیزیں اس وقت سے پڑھتا اور دیکھتا آیا ہے، جب غالباً ہندوستان میں ان کو معدودے چند لوگ جانتے تھے۔ ان کا رسالہ ''اشراق''، ''الفرقان'' کم از کم 1991ء سے 2008ء تک نظر سے گزرتا رہا۔ وہ اپنی نسبت محترم مولانا امین احسن اصلاحی مرحوم کی طرف کرتے ہیں، میں ان کی چیزیں پڑھ کر محسوس کرتا تھا کہ مولانا مرحوم نے حد رجم کے سلسلے میں جس خطرناک جرأت اور شذوذ پر انتہا کی ہے، غامدی صاحب نے وہاں سے اپنا آغاز کیا ہے۔

پھر انٹرنیٹ نے ان کے افکار کی تبلیغ کا دائرہ بہت وسیع کر دیا۔ ادھر کچھ عرصے سے ملک کے مختلف علاقوں میں لوگ ان کے بارے میں پوچھا کرتے تھے اور یہ بھی معلوم ہوتا تھا کہ ان کے لیکچرز سے کچھ لوگ ہمارے یہاں بھی متاثر ہونے لگے ہیں۔

مغربی تہذیب کے بین الاقوامی غلبے اور پھیلاؤ کی وجہ سے مسلمانوں میں ہر جگہ ایک ایسا طبقہ وجود میں آ گیا ہے، جس کو اپنے مسلمان ہونے کے باوجود، اپنے خاص ماحول کے زیر اثر علماء اور اہل دین سے ایک نفسیاتی الجھن اور ذہنی دوری ہے۔ ایسے لوگ ہر گمراہ کن تحریک و دعوت کے سب سے جلد شکار ہو جاتے ہیں۔ تجربہ ہو رہا ہے کہ یہی طبقہ غامدی صاحب سے متاثر ہو رہا ہے۔

میں سوچتا تھا کہ انٹرنیٹ کے ذریعے ہر متعدی مرض وبا کی طرح پھیلتا ہے، یہ بھی اسی طرح پھیل رہا ہے؛ لیکن ابھی مورخہ 31/ اپریل 2019ء کو معلوم ہوا کہ ان کے ادارے ''المورد'' کی بھارتی شاخ قائم ہو چکی ہے۔ جہاں سے ان کی کتابیں، رسائل اور ویڈیو لیکچرز وغیرہ کی نشر و اشاعت کا کام ہو رہا ہے۔

اب مجھے اپنی دینی ذمہ داری محسوس ہوئی کہ ان کے فکر کی بنیادی گمراہی کو واضح طور پر پیش کیا جائے؛ تا کہ ان کی چیزیں سننے اور پڑھنے والا واقف ہو کہ اُن کے افکار کی اصل بنیاد کس غلط فکری پر ہے اور ان کی آراء کیوں دین کی صحیح بنیادوں سے ہٹی ہوئی ہیں۔

جناب جاوید احمد غامدی صاحب کی گمراہی اور اہل سنت و اہل حق سے ان کا اصل انحراف کوئی معمولی قسم کا نہیں ہے۔ افسوس کہ وہ مقام رسالت کو سمجھنے میں ناکام رہے ہیں۔ ان کے نزدیک بنیادی طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے اہل ہی نہیں کہ اُن کے ذریعے (قرآن کے علاوہ) دین کا کوئی عقیدہ یا عمل انسانوں کو دیا جائے۔ وہ منصبِ رسالت کا یہ مقام تسلیم نہیں کرتے کہ وہ دین کا کوئی حکم قرآن کے علاوہ جاری کرے۔ ہاں مشرکین مکہ اور یہود و نصاریٰ میں جو دینی روایت جاری چلی آ رہی تھی، غامدی صاحب کے نزدیک رسول اس کو اصلاح و تجدید کے ساتھ جاری کر سکتا تھا؛ لیکن اللہ اپنے رسول کو اپنے بندوں کے لیے کوئی نیا اور مستقل حکم دے اور وہ دین اسلام کا کسی درجے کا بھی حصہ قرار پائے، یہ نبی و رسول کا منصب و مقام نہیں ہے۔

ان کا نظریہ ہے کہ حدیث کے ذریعے دین کا کوئی نیا حکم ثابت نہیں ہوتا، وہ واضح طور پر منکر حدیث ہیں؛ البتہ ان کے انکار حدیث کی نوعیت مشہور عام منکرین حدیث سے قدرے مختلف اور نسبتاً کم درجے کی ہے۔ ان کے فکر کی شاید سب سے بنیادی کتاب ''میزان'' ہے۔ اس میں انہوں نے بڑی صراحت کے ساتھ اور کسی اشتباہ کے بغیر صاف واضح کیا ہے کہ حدیث دین کا ماخذ ہے ہی نہیں۔ غامدی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

> ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل اور تقریر و تصویب کی جو روایتیں زیادہ تر اخبار آحاد کے طریقے پر نقل ہوئی ہیں اور جنہیں اصطلاح میں حدیث کہا جاتا ہے، ان کے بارے میں یہ بات بالکل واضح ہے کہ ان سے دین میں کسی عقیدہ و عمل کا کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔''

کیا اس جملے میں کسی ایسی تاویل و توجیہ کی کوئی گنجائش ہے، جس کے ذریعے یہ کہا جا سکے کہ غامدی صاحب منکر حدیث نہیں ہے؟ اور پڑھیے اس جملے کے معاً بعد تحریر کرتے ہیں:

> ''اس مضمون کی تمہید میں ہم نے پوری صراحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے کہ یہ چیز حدیث کے دائرے ہی میں نہیں آتی کہ وہ دین میں کسی نئے حکم کا ماخذ بن سکے۔'' (میزان، ص:61، ایڈیشن 2014ء)

کیا اب بھی کوئی اشتباہ باقی رہ جاتا ہے؟

ہاں یہاں ایک چیز غور کرنے کا لائق ضرور ہے کہ مندرجہ بالا عبارت میں غامدی صاحب نے حدیث کے بارے میں یہ بات کہہ کر کہ حدیث کے ذخیرے کی زیادہ تر روایات اخبار آحاد ہیں، غالبًا یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ وہ حدیث کو دین میں حجت نہیں مانتے، اس کا سبب ان کا خبر واحد ہونا ہے۔ اس طرح ان کے موقف کا شذوذ واجنبیت اور عام مسلمانوں کے لیے اس سے وحشت کم ہوجائے گی؛ مگر حقیقت یہ ہے کہ اس عبارت میں اخبار آحاد کا لاحقہ بس ایک ''شیِ زائد'' ہے۔ غامدی صاحب کے یہاں متواتر حدیث سے بھی دین کا کوئی نیا عقیدہ یا عمل ثابت نہیں ہوتا۔ ان کی اوپر مذکور عبارت میں غور کیجیے: ''یہ چیز حدیث کے دائرے ہی میں نہیں آتی کہ وہ دین میں کسی نئے حکم کا ماخذ بن سکے''۔

یہاں غامدی نظریے کی ایک خاص بنیاد اور جان لیجیے، جس سے اوپر کی عبارتوں میں حدیث کے بارے میں ان کے الفاظ کہ اس سے ''عقیدہ وعمل کا کوئی اضافہ نہیں ہوتا'' اور یہ بات کہ حدیث ''دین میں کسی نئے حکم کا ماخذ نہیں بن سکتی'' کا پورا مفہوم سمجھ میں آسکے۔

جناب غامدی صاحب نے اپنی اس کتاب میں، جو اُن کے فکر کی بنیاد ہے، بتایا ہے کہ دین ہم تک دو صورتوں سے پہنچا ہے:

۱- قرآن مجید ۲- سنت

دھوکہ نہ کھا جایئے گا! صحابہ سے لے کر آج تک مسلمان سنت سے جس حقیقت کو مراد لیتے ہیں اور جس کا نام لیتے ہیں، ذہن وتصور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے ملنے والی احادیث واعمال کا خیال آتا ہے۔ غامدی صاحب کے یہاں سنت اس معنی میں نہیں ہے؛ بلکہ یہ کچھ اور ہی تصور ہے۔

**غامدی صاحب فرماتے ہیں:**

> ''سنت سے ہماری مراد دینِ ابراہیمی کی وہ روایت ہے'' (جو عرب کے مشرکین اور یہود ونصاریٰ میں چلی آرہی تھی)، ''جسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تجدید واصلاح کے بعد اور اس میں بعض اضافوں کے ساتھ اپنے ماننے والوں میں جاری کیا'' (۱) (میزان، ص: 41)

اسی مقام پر غامدی صاحب کہتے ہیں کہ دین کے ماخذ بس یہی دو ہیں اور کچھ نہیں۔ فرماتے ہیں:

’’دین لاریب، انہی دوصورتوں میں ہے، ان کے علاوہ کوئی چیز دین ہے، نہ اسے دین قرار دیا جاسکتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل اور تقریر وتصویب کے اخبار آحاد جنہیں بالعموم ’’حدیث‘‘ کہا جاتا ہے، ان کے بارے میں یہ حقیقت ناقابل تردید ہے کہ ان کی تبلیغ وحفاظت کے لیے آپ نے کبھی کوئی اہتمام نہیں کیا؛ بلکہ سننے اور دیکھنے والوں کے لیے چھوڑ دیا ہے کہ چاہیں تو انہیں آگے پہنچائیں اور چاہیں تو نہ پہنچائیں، اس لیے دین میں ان سے کسی عقیدہ وعمل کا اضافہ بھی نہیں ہوتا۔ (ص: 51)

غامدی صاحب کی بنیادی گمراہی انکارِ حدیث ہے۔ وہ ایک نئے طرز کے منکرِ حدیث ہیں۔ مجھے بڑا قلبی قلق رہا کہ جس وضاحت کے ساتھ اور متعین و دوٹوک (Pin Point) نشان دہی کے ساتھ ان کی یہ گمراہی عوام کے سامنے آنی چاہیے تھی، نہیں آئی۔ پاکستان میں ان کے افکار مختلف رسائل اور حلقوں میں زیر بحث آتے رہے، حیرت ہوتی تھی کہ ان کے افکار کے تجزیے میں اہل حق کی نمائندگی کرنے والوں نے نہ جانے کیوں ان کی تردید میں بڑی لمبی چوڑی بحثیں کیں؟ جب کہ اس کی ضرورت نہیں تھی۔

غامدی صاحب صرف انکارِ حدیث کے اس نظریے کا اظہار ہی نہیں کرتے؛ بلکہ اس کی عملی تطبیق بھی اس طرح کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کیے ہوئے وہ تمام حقائق و واقعات اور وہ تمام احکام جو قرآن میں نہیں ہیں اور جن کو وہ ملت ابراہیمی کی پچھلی روایت میں بھی نہیں پاتے ان کو صاف دین وشریعت کا حصہ ماننے سے انکار کردیتے ہیں۔ غامدی صاحب کے اس تصور دین کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بعض ایسے عقائد کا بھی انکار کیا گیا، جو متواتر احادیث سے ثابت ہیں اور جن کے انکار پر یقینی طور پر لازم آتا ہے کہ آدمی نے ایسی بات کو قبول کرنے سے انکار کردیا ہے، جو محمد رسول اللہ نے یقینی اور قطعی طور پر بتلائی تھیں۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ غامدی صاحب کہہ چکے ہیں کہ ملتِ ابراہیمی کی جو روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کی حیثیت سے جاری فرمائی اس کا نام ’’سنت‘‘ ہے اور اس کا دائرہ صرف اور صرف اعمال کی حد تک ہے۔ عقیدہ کی کوئی قسم اس سے ثابت نہیں ہوسکتی (میزان، ص: 58)۔ ان کے نزدیک حدیث اِس سنت کے علاوہ ہے اور جیسا کہ اوپر گزر چکا ان کے نزدیک حدیث سے دین میں کوئی عقیدہ یا عمل ثابت نہیں ہوسکتا۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو باتیں آخرت، جنت جہنم اور دیگر عقائد کے سلسلے میں ارشاد فرمائیں اور عالم غیب کے جن بے شمار

واقعات وحقائق کی خبر دی، چاہے ان کی روایت متواتر ومشہور اور صحیح ہی کیوں نہ ہوں، ان سے دین اور اس کا کوئی عقیدہ ثابت نہیں ہوتا۔ ان کے نزدیک یہ چیز حدیث کے دائرے ہی میں نہیں آتی کہ وہ دین کے کسی عقیدے یا حکم کا ماخذ بن سکے۔

ناظرین کرام غور فرمائیں کہ اس کا مطلب کیا ہوا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ساری زندگی اپنی مجلسوں میں جو گفتگو فرماتے رہے اور عالم غیب کی جو تفصیلی خبریں دیتے رہے، اگر ان کا دین سے کوئی تعلق (بقول غامدی صاحب) نہیں ہے تو کیا وہ سب فضول اور بے مطلب باتیں تھیں؟

مجھے پاکستان کے بعض ان جلیل القدر علماء پر شدید حیرت ہے، جنہوں نے اس جیسی گمراہی اور کج فکری کی تردید میں بڑی لمبی چوڑی علمی گفتگو کر کے غامدی صاحب کو کسی سنجیدہ علمی گفتگو کا مستحق سمجھا؟ اور ان کے ان نامعقول افکار پر فلسفیانہ گفتگوئیں کیں۔

اب غور فرمایئے! وہ تمام احادیث جن میں مثلاً پل صراط اور حضرت مسیح علیہ السلام کے نزول وغیرہ کی خبر دی گئی ہے، غامدی کے ہاں اصولِ دین میں ان میں سے کسی پر دینی عقیدہ اور یقین رکھنا غلط ہے، اس لیے کہ حدیث کی یہ ''مجال'' ہی نہیں کہ وہ ہمیں کوئی عقیدہ دے سکے۔ واضح رہے کہ یہ وہ حقائق اور اخبار ہیں جن کی حدیثیں متواتر طور پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں، یعنی صحابہ سے لے کر بعد کی نسلوں تک ہر زمانے میں اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرنے والے اتنے لوگ رہے ہیں کہ ان کا کسی کذب بیانی یا غلط فہمی پر متفق ہونا عقلاً محال اور ناممکن ہے اور یہ قطعی طور پر ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چیزوں کی خبر دی ہے اور اپنی امت کو ان کے بارے میں بتلایا ہے۔

ایسی چیزوں کو علما کی اصطلاح میں ''ضروریات دین'' کہتے ہیں۔ یعنی وہ باتیں جن کے بارے میں بدیہی یقین کے درجے میں یہ بات ثابت ہے کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے اور ان کی بابت اپنی امت کو تعلیم دی ہے۔

علماءِ امت کا اجماع واتفاق ہے کہ ان ''ضروریات دین'' میں سے کسی ایک بات کا انکار کرنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے، جو علم کلام واصول اور دیگر اسلامی علوم کی کتابوں میں اس مسئلے کو پوری وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ آخر دور میں حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے اپنی معرکۃ الآرا تصنیف ''اکفار الملحدین'' میں اس

سلسلے میں عقل صریح کی روشنی میں اور علماء امت کی بے شمار تصریحات جمع کر کے ہر صاحبِ فہم کے لیے اس مسئلے کو بے غبار کر دیا ہے۔

یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ ارشادات، جن کو ہر نسل میں اور ہر دور میں اتنے زیادہ لوگ نقل کرتے آئے ہوں، جن کے جھوٹ پر متفق ہونے اور سازش کرنے کی بھی گنجائش نہ ہو اور نہ یہ ممکن ہو کہ اتنے بہت سے لوگوں نے بات سمجھنے اور نقل کرنے میں غلطی کی ہو تو پھر ایسے ارشادات کو تسلیم نہ کرنا اور ان کے خلاف عقیدہ رکھنا سوائے اس کے کچھ نہیں کہ خدا کے رسول کی تکذیب و تغلیط کی گئی ہے۔ ''ربنا آمنا بما انزلت واتبعنا الرسول فاکتبنا مع الشاھدین''۔

اپنے اسی اصول کی وجہ سے غامدی صاحب حضرت عیسیٰ کی حیات اور نزول ثانی کے منکر ہیں، وہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کی وفات ہو چکی۔ اب نہ وہ زندہ ہیں نہ قیامت سے قبل دوبارہ تشریف لائیں گے۔ (میزان: 187)

حالاں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی حیات اور قیامت سے پہلے دوبارہ دنیا میں تشریف لانے کے بارے میں یقیناً خبر دی ہے اور پوری صراحت کے ساتھ دی ہے اور آپ سے اس کی روایات متواتر ہیں، یعنی اتنے بہت سے راویوں نے ہر دور میں بیان کی ہیں، جن کے غلطی کرنے کا امکان بھی نہیں ہے۔ حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی کتاب ''التصریح بما تواتر فی نزول المسیح'' میں ان روایات کو جمع کر دیا گیا ہے، جس کے بعد اس میں شبہ نہیں رہتا کہ رسول اللہ ﷺ نے یقیناً حضرت مسیح کے قبلِ قیامت دنیا میں تشریف لانے اور عظیم کارنامے انجام دینے کی خبر دی تھی؛ مگر غامدی صاحب کے یہاں اس کا دین سے کوئی تعلق نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کی وفات ہو چکی ہے اور ان کے دنیا میں دوبارہ تشریف لانے کا عقیدہ بے حقیقت ہے۔ (میزان: 187--180) اگر چہ یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خبر دی ہے؛ مگر ان کے نزدیک یہ چیز تو حدیث کے دائرے میں ہی نہیں آتی ہے کہ اس سے دین میں کسی عقیدے یا عمل کا اضافہ ہو سکے۔

عقائد ہی کی طرح غامدی صاحب کے دین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیے ہوئے ان احکام وقوانین کا کوئی درجہ نہیں ہے، جن کی اصل قرآن میں نہیں ہے اور جو ''دین ابراہیمی کی روایت'' میں انہیں نہیں ملتی۔ ہم زیادہ تفصیل میں جانا نہیں چاہتے؛ اس لیے کہ انھوں نے اپنے فکر وتصورِ دین کا جو اصول پوری

وضاحت اور قطعیت کے ساتھ بیان کر دیا ہے، اس سے خود بخود وہ تمام واجبات و محرمات اور سنن و مستحبات دین کی فہرست سے خارج ہو جاتے ہیں، جن کی اصل قرآن میں نہ ہو اور جو دین ابراہیمی کی روایت کی حیثیت سے رائج نہ رہی ہوں۔ مثلاً بے شمار احکام ایسے ہیں، جن کا کوئی ذکر قرآن میں نہیں آیا ہے اور نہ ان کا کوئی سراغ ''دین ابراہیمی کی روایت'' میں اس طور پر ملتا ہے کہ عرب یا یہود و نصاریٰ ان پر کاربند تھے۔ مثلاً سونے کے برتنوں میں کھانا پینا حرام ہے، مردوں کے لیے سونا اور ریشم کے لباس حرام ہیں، عورتیں ماہواری ایام میں نماز نہیں پڑھیں گی اور بعد میں ان کی قضا بھی نہیں کریں گی۔ داڑھی رکھنا اور بڑھانا واجب ہے۔ بات کرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ وغیرہ نہ جانے کتنے حلال و حرام کے احکام ہیں، جو غامدی صاحب کے اصول کے ذریعے دین کا حصہ نہیں رہیں گے اور ''خارج از اسلام'' قرار پائیں گے۔ ان کے تصور دین اور فکری اصول کا لازمی تقاضہ یہی ہے۔

غامدی صاحب کا حلقہ یہاں ایسے مقامات پر احادیث کی کچھ تاویل و توجیہ، یا تضعیف، یا قرآنی آیات سے ان کے خلاف استدلال کی کچھ کوششیں کرتا ہے؛ مگر ان کو اس تکلف کی ضرورت ہی کیوں ہے؟ وہ مختصر یہ ہی کیوں نہیں کہہ دیتے کہ ہمارے عقیدے میں حدیث سے دین میں کسی عقیدے یا عمل کا اضافہ نہیں ہوسکتا؛ اس لیے ہم ان باتوں کو نہیں مانتے؛ مگر عموماً وہ اور ان کے متبعین اپنا عقیدہ صاف کہنے کے بجائے پردہ داری سے کام لیتے ہیں؛ اسی پردہ داری کی وجہ سے ہم کو ان کے فکر کی اس بنیادی گمراہی کو کھولنا پڑ رہا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضور پاک ﷺ کے اس حدیث مبارکہ ''المرء مع من احبّ'' کی تشریح میں فرماتے ہیں:

''اگر کسی آدمی نے ستر برس تک رکن یمانی اور مقام ابراہیم کے درمیان بھی عبادت کی ہو، تب بھی اس کا حشر قیامت میں ان لوگوں کے ساتھ ہوگا، جن کے ساتھ یہ دنیا میں محبت رکھتا ہے۔ (احیاء العلوم، جلد 2، ص 230)

﴿تحقیقی مضامین﴾

# نبی کریم ﷺ بطور سپہ سالار

(پانچویں قسط)

مفتی محمد فہیم اللہ (مدیر ماہنامہ ندائے حسن)

## امیروں کے انتخاب میں صلاحیتوں پر اعتماد :

گزشتہ قسط میں یہ بحث چل رہی تھی کہ دورانِ جہاد آپ ﷺ کمانڈروں اور امیروں کی تقرری میں اہلیت اور صلاحیت کو مدنظر رکھتے تھے۔ ذیل کا عنوان بھی اسی بحث سے متعلق ہے۔

## أسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو اکابر صحابہ پر امیر بنانا :

آپ ﷺ نے اپنی زندگی کے آخری سال (صفر المظفر 11ھ) رومیوں کے زیرِ اثر فلسطین کے ایک علاقے اُبْـنـیٰ کی طرف ایک لشکر تیار کیا اور حضرت اُسامہ بن زیدؓ کو اس کا سپہ سالار منتخب کیا۔ اس واقعے سے متعلق حضرت عبداللہ بن عمرؓ یوں روایت کرتے ہیں:

> بَـعَثَ النَّبِيُّ ﷺ بَعْثًا وَأَمَّرَ عَلَيهِم أُسَامَةَ بنَ زَيدٍ فَطَعَنَ بَعضُ النَّاسِ فِي إِمَارَتِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: إِنْ تَطْعُنُوا فِي إِمَارَتِهِ فَقَد كُنتُمْ تَطْعُنُونَ فِي إِمَارَةِ أَبِيهِ مِن قَبلُ، وَايْمُ اللّٰهِ: إِنْ كَانَ لَخَلِيقًا لِلإِمَارَةِ وَإِن كَانَ لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ وَإِنَّ هَذَا لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَـيَّ بَـعْدَهُ. (الصحيح للبخاري، كتاب المغازي، باب مناقب زيدبن حارثة و باب بعث النبي اسامة بن زيد، رقم 3451:،4109)

ترجمہ: آپ ﷺ نے ایک لشکر روانہ فرمایا اور اسامہ بن زیدؓ کو اس کا سردار مقرر کیا (حالانکہ اس لشکر میں حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ بھی شریک تھے) بعض لوگوں نے اسامہ بن زیدؓ کے امیر بننے پر طعنہ دیا۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر فرمایا: اگر تم اسامہ کی سرداری پر طعنہ دیتے ہو تو اس سے پہلے تم اس کے باپ (زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، جس کو حضور ﷺ نے اپنا متبنیٰ

قرار دیا تھا) کی سرداری میں بھی طعن کر چکے ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کی قسم! بیشک وہ سرداری کے لائق تھا اور سب لوگوں سے مجھ کو پیارا تھا اور اس کے بعد (اس کا بیٹا اُسامہ) سب لوگوں سے مجھ کو پیارا ہے۔

دراصل لوگوں کی نظر میں دو باتیں تھیں، جن کی بنیاد پر وہ اُسامہؓ کی سرداری پر مطمئن نہیں تھے:

(ا) اُسامہؓ اُس وقت صرف بیس سال کے لگ بھگ بظاہر ایک ناتجربہ کار نوجوان تھے۔ تو لشکر میں موجود حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ جیسے افضل اور اکابر صحابہ ان کی ماتحتی میں کیسے رہ سکتے ہیں؟

(۲) کچھ لوگوں کو یہ بھی خیال تھا کہ اُسامہ غلام زادہ (زید بن حارثہؓ کے بیٹے) ہو کر بڑے بڑے معززین قریش کا کمانڈر کیسے بن سکتے ہیں؟

اس خطبہ میں آپ ﷺ نے دو باتوں کی تعلیم دی ہے: ایک یہ کہ جس منصب کے لیے کسی کا تقرر کیا جائے تو اس منصب کے لیے مطلوب اہلیتوں کو ملحوظ نظر رکھنا چاہیے۔ چنانچہ یہی لشکر حضور ﷺ کی زندگی میں روانہ کر دیا گیا، لیکن حضور ﷺ کی وفات کے بارے میں سن کر واپس آیا، ابوبکر صدیقؓ نے دوبارہ بھیج دیا اور بحمد اللہ فتحیاب ہو کر واپس آیا۔

دوسری بات یہ کہ جو بھی امیر مقرر کیا جائے، سب کو اس کی اطاعت کرنی چاہیے، خواہ غلام ہو، غلام زادہ ہو یا آزاد ہو۔ چنانچہ جب ابوبکر صدیقؓ نے یہ لشکر روانہ فرمایا تو آپؓ حضرت اسامہ کی اجازت سے اسلامی ریاست کے انتظام کے لیے مدینہ میں رہ گئے۔ حضرت اُسامہؓ گھوڑے پر سوار تھے اور سیدنا صدیق اکبرؓ ساتھ ساتھ پیدل چل رہے تھے اور رخصت کرتے وقت فرمانے لگے کہ اگر مناسب سمجھو تو انتظام سلطنت کے لیے عمرؓ کو میرے پاس چھوڑ جاؤ۔ حضرت اُسامہؓ نے یہ بات بخوشی منظور کر لی۔ (طبری حصہ دوم، خلافت ابوبکرؓ، بحوالہ رسول اکرم ﷺ بحیثیت سپہ سالار، مولانا عبدالرحمٰن گیلانی، مکتبۃ السلام لاہور، ص 51)

## حضرت زید بن حارثہؓ کی سپہ سالاری:

آپ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہؓ کو آزاد کردہ غلام ہونے کے باوجود سریہ موتہ میں لشکر کا سپہ سالار بنایا تھا اور فرمایا کہ اگر وہ شہید ہو جائیں تو جعفر طیارؓ کو امیر بنا لینا، وہ بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہؓ کو امیر بنا لینا۔ یہ تینوں سپہ سالار اسی ترتیب سے شہید ہو گئے تو خالد بن ولیدؓ نے خود جھنڈا سنبھال لیا اور فتح یاب

ہوکر واپس ہوئے۔آپ ﷺ نے یہاں سے ان کو ''سیف اللہ'' کے خطاب سے نوازا۔

اس جنگ میں خالد بن ولیدؓ جیسے جرنیلوں کی موجودگی میں زیدؓ کو سپہ سالار بنانے سے آپ ﷺ کا اہم مقصد یہ تھا کہ قریش کے تفوق اور تکبر کے بتوں کو پاش پاش کر دیا جائے۔

بہرحال یہ تو ایک خاص پہلو تھا، جس سے نبی کریم ﷺ اپنی امت کی اخلاقی تربیت فرماتے تھے۔ عام اصول یہی ہے کہ کمانڈروں کے انتخاب میں بھی سپہ سالاروں کو اپنے ساتھیوں سے مشورہ کر لینا چاہیے۔ آپ ﷺ کو چونکہ وحی کی تائید حاصل تھی، اس لیے بغیر مشورے بھی آپ ﷺ کی رائے درست ہوتی تھی۔عام سپہ سالار اگر محض اپنی پسند و ناپسند کے مطابق ترقیاں اور درجات عطا کرنا شروع کر دے تو فوج میں انتشار اور بے دلی پھیل جاتی ہے۔(رسول اکرم ﷺ بحیثیت سپہ سالار، مولانا عبدالرحمٰن گیلانی، ص 52)

**سرحدات کی حفاظت پر مستقل توجہ :**

جہاد صرف یہ نہیں کہ دشمن کے علاقے میں گھس کر کسی خطۂ زمین کو اپنے نام کر لیا جائے یا دشمن کے لشکر کو تتر بتر کر کے مال غنیمت اور قیدی حاصل کر لیے جائیں۔ یہ صورت تو کبھی کبھی پیش آتی ہے۔بہترین سپہ سالار کی توجہ ہمیشہ اس بات پر ہوتی ہے کہ فی الوقت جو علاقے مسلمانوں کے زیرِ نگیں ہیں، وہ دشمنوں کے شر اور ان کے حملوں سے محفوظ ہوں، وہاں کے لوگ امن سے ہوں اور چین وسکون سے اپنی روزمرہ زندگی کے معمولات انجام دینے پر قادر ہوں، جہاں مسلمانوں اور ذمیوں کو ایک جیسا امن وسکون ملے، چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اس ضرورت کو ہمیشہ اقدامی جہاد پر مقدم رکھا اور سرحدی چوکیوں کی حفاظت کو دنیا اور اس کے ساز وسامان سے بہتر قرار دیا۔

بخاری ومسلم دونوں میں یہ حدیث مبارک منقول ہے کہ:

''رباط یوم ولیلة فی سبیل الله خیرمن الدنیا وما فیها --- وخیرمن صیام شهر وقیامه'' .......(مسلم ، کتاب الجهاد،باب تفضیل الرباط ، بخاري، کتاب الجهاد،باب رباط یوم فی سبیل الله )

ایک دن رات (بخاری کی روایت میں صرف ایک دن) اللہ تعالیٰ کی راہ میں کسی سرحدی چوکی پر پہرہ دینا دنیا اور جو کچھ اس میں ہے، سب سے بہتر ہے۔ مسلم کی روایت میں ہے کہ

ایک ماہ کے روزے اور تہجد سے بہتر ہے۔اگر یہ پہرہ دار مرجائے ،تب بھی اس کا یہ عمل جاری رہے گا اور اس کو برابر اجر ملتا رہے گا۔

نیز سنن ابی داؤد اور مسلم کی روایت میں سرحدی چوکیوں پر پہرہ دینے پر دو خاص انعامات کا وعدہ کیا گیا ہے۔پوری حدیث یوں ہے:

كُلُّ المَيِّتِ يُخْتَمُ عَلَى عَمَلِهِ إِلَّا المُرَابِطَ فَإِنَّهُ يَنمُو لَهُ عَمَلُهُ إِلَى يَومِ القِيَامَةِ وَيُؤَمَّنُ مِنْ فَتَّانِ القَبْرِ. (سنن أبي داؤد ،باب في فضل الرباط،رقم :2500 )

ترجمہ: ہر میت کا عمل اُس کی موت سے ختم ہو جاتا ہے،سوائے سرحدی پہرہ دار کے، بیشک قیامت تک اس کا عمل بڑھتا رہتا ہے اور وہ قبر کے عذاب (منکر نکیر کی سختی ) سے بھی محفوظ کر دیا جاتا ہے۔

قیامت تک اعمال میں زیادتی اور قبر کے عذاب سے حفاظت کی وجہ بظاہر یہی ہے کہ چونکہ اس کی چوکیداری کی وجہ سے لوگ اطمینان سے اپنے نیک اعمال سرانجام دیتے رہے اور اس کے پہرے کی وجہ سے لوگ دشمنوں کے شر اور حملوں سے محفوظ تھے تو بدلے میں اسے اعمال کی زیادتی اور قبر کے دشمن سے پناہ جیسا عظیم صلہ مل گیا۔

اسلامی ریاست کے ابتدائی سالوں میں مدینہ منورہ کے اردگرد بسنے والے مشرک قبائل ہمیشہ مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کی کوشش میں رہتے۔آپ ﷺ مسلسل اُن کی نقل و حرکت پر نظر رکھتے اور مدینہ منورہ میں پہرہ دینے کے لیے سرایا مقرر کرتے۔کبھی کبھی خود بھی کوئی دستہ لے کر دشمن کے سامنے پہنچ جاتے۔اکثر اوقات دشمن کے دستے اسلامی دستوں کی خبر سن کر بھاگ جاتے۔

بروایتِ بخاری حضرت عثمانؓ بن مظعونؓ کو ایک انصاری صحابیہ ام العلاءؓ نے خواب میں دیکھا کہ ان کے لیے ایک چشمہ جاری کیا گیا ہے جو مسلسل بہہ رہا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ان کا عمل ہے جو مسلسل جاری ہے۔محدثین کے ہاں دراصل عثمان بن مظعونؓ بھی مرابط تھے،اس لیے انہیں یہ صلہ مل گیا۔

## جہاد کی تیاری کے لیے ترغیب و ترھیب کا استعمال:

بطور سپہ سالار آپ ﷺ کی ہمیشہ یہ کوشش رہی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دنیاداری، مال غنیمت

اور سہل پسندی جیسی چیزوں کی طرف کسی بھی وقت مائل نہ ہوجائیں ۔آپ ﷺ نے صحابہ میں جہاد کا جذبہ موجزن رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ترک جہاد پر مرتب ہونے والی وعیدات اور ترہیبات کا بھی سہارا لیا اور جہاد کے ذریعے ملنے والی دنیوی اور اُخروی نعمتوں کے ذریعے بھی اُن کو ہر دم تیار رکھنے کی کوشش کی ۔ذیل میں جہاد کی ترغیب وترہیب سے متعلق چند احادیث پیشِ خدمت ہیں:

☆...... مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَغْزُ وَلَمْ يُحَدِّثْ نَفْسَهُ بِالْغَزْوِ مَاتَ عَلَى شُعْبَةٍ مِنْ نِفَاقٍ.

( سنن أبي داؤد ، باب في كراهية ترك الغزو ،رقم :2502)

ترجمہ:جوشخص اس حالت میں مرگیا کہ نہ تو خود جہاد کیا اور نہ اپنے قلب وضمیر کو جہاد پر آمادہ کرسکا تو وہ نفاق کے ایک شعبے یعنی راستے پر چلتے ہوئے مرگیا۔

☆...... مَنْ لَمْ يَغْزُ أَوْ يُجَهِّزْ غَازِيًا أَوْ يَخْلُفْ غَازِيًا فِي أَهْلِهِ بِخَيْرٍ أَصَابَهُ اللَّهُ بِقَارِعَةٍ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ.(حواله بالا ،رقم :2503)

ترجمہ:جس شخص نے نہ تو جہاد کیا،نہ کوئی غازی تیار کیا اور نہ ہی کسی غازی کے گھر کی بہتر رکھوالی کی ذمہ داری اٹھائی تو اللہ تعالیٰ قیامت سے پہلے پہلے اُسے کسی بڑی مصیبت میں مبتلا کردے گا۔

☆...... غازی تیار کرنا یا اُس کے گھر کی رکھوالی کرنا بھی جہاد ہے:

ضروری نہیں کہ ہر مسلمان عملی طور پر جہاد کرنے پر قادر ہو،لہٰذا نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کسی مجاہد کے ساتھ مالی تعاون کرکے اُسے جہاد میں بھیجنا اور اس کے گھر کی بہترین رکھوالی کرنا بھی جہاد ہے۔

مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَقَدْ غَزَا وَمَنْ خَلَفَهُ فِي أَهْلِهِ بِخَيْرٍ فَقَدْ غَزَا.(سنن أبي داؤد، باب ما يجزءُ من الغزو )

**جہاد کے لیے مسلسل تربیت اور آلاتِ حرب کی مشق :**

بہترین سپہ سالار کی یہ خوبی ہے کہ وہ میدان جنگ میں جانے سے پہلے آلاتِ حرب کی فراہمی،ان کے استعمال اوران کی مشق پر خصوصی توجہ دے ۔اللہ تعالیٰ نے خود مسلمانوں کو اس کی طرف خصوصی توجہ دلائی ہے۔ارشاد ہے:

﴿ وَأَعِدُّوا لَهُم مَا اسْتَطَعتُم مِن قُوَّةٍ....... ﴾(الانفال:60)

اوران دشمنوں کے لیے جہاں تک ممکن ہو،حربی قوت اورگھوڑے تیار رکھو۔۔۔

دورِنبوی میں آلاتِ حرب صرف تیروکمان، نیزہ ،تلواراوراپنے دفاع کے لیے ڈھال ،زرہ اورخود پر مشتمل ہوتے تھے۔آپ ﷺ نے مسلمانوں کوان سب آلات کے استعمال میں مہارت حاصل کرنے کی تلقین فرمائی ۔سلمہ بن اکوعؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ قبیلہ اسلم کے لوگوں پر سے گزرے جوتیراندازی کررہے تھے۔آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: تیراندازی کی مشق کیا کرو، کیونکہ تمہارے باپ اسماعیل تیرانداز تھے۔پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں فلاں گروہ کی طرف ہوں۔یہ سن کردوسرے فریق نے تیراندازی روک دی کہ آپ ﷺ ان کے ساتھ ہیں تو ہم مقابلے میں تیر کیسے چلائیں؟ یہ سن کرآپ ﷺ نے فرمایا کہ اچھا! میں تم سب کے ساتھ ہوں۔تیر چلاتے جاؤ۔(بخاری، کتاب الجہاد، باب التحریض علی الرمی )

جنگی فنون سے آپ ﷺ کی دلچسپی کا اندازہ اس بات سے لگاسکتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ کے سامنے مسجدِ نبوی میں حبشی لوگ برچھوں سے کھیل رہے تھے،حضرت عمرؓ نے مسجد کے احترام کی وجہ سے روکنا چاہا تو نبی کریم ﷺ نے حضرت عمرؓ کوروک دیا کہ جنگی فنون کی مشقیں مسجد میں بھی کی جاسکتی ہیں۔(بخاری، کتاب الجہاد، باب اللھو بالحراب ونحوھا)

تلوار کے استعمال سے آپ ﷺ کواتنی دلچسپی تھی کہ جنگ کے دوران اکثراوقات آپ ﷺ تلوار گلے میں لٹکائے رکھتے تھے۔نیزہ اوراس کے استعمال سے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا:

جُعِلَ رِزْقِی تَحتَ ظِلِّ رُمْحِي .( بخاری ،کتاب الجهاد ،باب ماقیل فی الرماح)

میری رزق (یعنی میری روزی روٹی) نیزے کے سائے تلے مقرر کی گئی ہے۔

نبی کریم ﷺ کے دَور میں گھوڑے جہاد میں استعمال ہونے والے آلات میں سب سے قیمتی شمار ہوتے تھے،اس لیے آپ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے ایمان کے ساتھ جہاد کے لیے گھوڑے باندھ رکھے تو اس (گھوڑے) کا کھانا پینا،لید اور پیشاب سب کچھ اس کے اعمال کے ترازو میں رکھے جائیں گے۔(بخاری)

## تیر اندازی پر خصوصی توجہ :

عرب قومیں دورِجاہلیت ہی سے تیراندازی میں ماہر تھیں۔باہمی جنگوں اورشکار کے شوق نے اُن کو

تیراندازی میں اتنا ماہر بنا دیا تھا کہ اگر کوئی چاہتا کہ ہرن کی آنکھ کو نشانہ بنائے تو وہ اس میں بھی کامیاب ہو جاتا۔ نبی کریم ﷺ نے غزوۂ احد کے سخت موقع پر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو اپنے ترکش سے تیر دیتے ہوئے فرمایا:

اِرْمِ یاسَعدُ ! فداكَ ابی واُمّی . ( صحیح بخاری)

اے سعد! تیر مارتے رہو۔تم پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نہیں سنا کہ نبی کریم ﷺ نے کسی کے لیے اپنے ماں باپ کو جمع کیا ہو(یعنی ماں باپ فدا کرنے کی بات کی ہو)،سوائے سعدؓ کے کہ میں نے اُحد کے دن آپ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:اے سعد! تیر مارو! میرے ماں باپ تم پر قربان!!

## ایک تیر تین لوگوں کے لیے دخولِ جنت کا سبب ہے :

حضرت عقبہ بن عامرؓ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يُدخِلُ بِالسَّهمِ الوَاحِدِ ثَلَاثَةَ نَفَرٍ الجَنَّةَ : صَانِعَهُ يَحْتَسِبُ فِي صَنعَتِهِ الخَيرَ وَالرَّامِيَ بِهِ وَمُنبِلَهُ وَارمُوا وَاركَبُوا وَأَن تَرمُوا أَحَبُّ إِلَيَّ مِن أَن تَركَبُوا لَيسَ مِنَ اللَّهوِ إِلَّا ثَلَاثٌ تَأدِيبُ الرَّجُلِ فَرَسَهُ وَمُلَاعَبَتُهُ أَهلَهُ وَرَميُهُ بِقَوسِهِ وَنَبلِهِ وَمَن تَرَكَ الرَّميَ بَعدَ مَا عَلِمَهُ رَغبَةً عَنهُ فَإِنَّهَا نِعمَةٌ تَرَكَهَا أَو قَالَ كَفَرَهَا. ( سنن أبي داؤد ، باب في الرمي ،رقم :2513،سنن الترمذی: رقم 1637)

ترجمہ :اللہ تعالیٰ ایک تیر کے ذریعے تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرمائے گا۔(ایک) خیر کے اِرادے سے تیر بنانے والا،(دوسرا) تیر چلانے والا اور(تیسرا) تیر پکڑانے والا یعنی اٹھا اٹھا کر دینے والا۔پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تیراندازی کیا کرو،گھوڑسواری کیا کرو اور تمہاری تیراندازی مجھے تمہاری گھوڑسواری سے زیادہ محبوب ہے۔یادرکھو! مباح طریقے سے لہوولذت تو صرف تین چیزوں میں ہے:ایک اپنے گھوڑے کو میدان میں کارآمد بنانے کے لیے سدھانے میں ،دوسرے اپنی بیوی کے ساتھ ہنسی مذاق میں اور تیسرے اپنے تیروکمان سے تیراندازی کرنے میں۔اور جو شخص تیراندازی جاننے کے بعد اس سے نفرت

اور بیزاری کے باعث اسے چھوڑ دے تو اس نے ایک نعمت کی ناشکری اور ناقدری کی۔

**تیراندازی دشمن کے خلاف قوت وطاقت ہے :**

حضرت عقبہ بن عامر الجہنیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت فرماتے ہوئے سنا: وَأَعِدُّوا لَهُم مَا استَطَعتُم مِن قُوَّةٍ . یعنی دشمن کے مقابلے میں حتی الوسع اپنی قوت تیار رکھو۔اس آیت کے فورا بعد آپ ﷺ نے فرمایا:

أَلَا إِنَّ القُوَّةَ الرَّمىُ أَلَا إِنَّ القُوَّةَ الرَّمىُ أَلَا إِنَّ القُوَّةَ الرَّمىُ.( سنن أبي داؤد ، باب في الرمي ،رقم :2514)

یادرکھو! بیشک قوت تیراندازی ہی ہے، بیشک قوت تیراندازی ہی ہے، بیشک قوت تیراندازی ہی ہے۔

**ضرورت کے مطابق ہتھیاروں کے استعمال میں مہارت :**

بہترین سپہ سالار کی خوبی یہ ہوتی ہے کہ وہ ہر ہتھیار کا برمحل اور بروقت استعمال کرے۔جنگ حنین وطائف میں نبی کریم ﷺ نے حضرت صفوان بن امیہ (جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے ) سے سو زرہیں بطور عاریت اس لیے لیں کہ قبیلہ ہوازن والے عرب کے مشہور تیرانداز تھے اور جنگ میں ان کی طرف سے سخت تیراندازی کی توقع تھی، چنانچہ انہوں نے واقعی اتنی تیراندازی کی کہ جس سے ابتدا میں مسلمانوں کو کافی نقصان بھی ہوا۔بہرحال وہ زرہیں بروقت اور برمحل مسلمانوں کے کام آئیں ۔(سنن ابی داؤد، کتاب الاجارۃ)

اسی طرح جنگ طائف میں مسلمانوں نے جب دیکھا کہ اہل طائف اپنے قلعے میں محصور ہو گئے تو آپ ﷺ نے محاصرہ کامیاب بنانے کے لیے منجنیق کے استعمال کی خواہش کی۔ابن ہشام کی روایت کے مطابق اسلام میں سب سے پہلے منجنیق کا استعمال نبی کریم ﷺ نے محاصرۂ طائف کے وقت فرمایا، جس سے اہلِ عرب پہلے آشنا نہ تھے۔منجنیق اپنے دور کے اعتبار سے بہترین قلعہ شکن آلہ تھا جو توپ کی طرح بڑے بڑے پتھر برسا کر دیواریں توڑنے میں کارگر ثابت ہوتا تھا۔(رسول اللہ ﷺ بطور سپہ سالار، ص 68)

﴿بیان جمعہ﴾

# ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنے کی فضیلت

مفتی غلام اللہ صاحب
امام وخطیب: جامع مسجد بلال کلفٹن کراچی

نحمده ونصلّي علىٰ رسوله الكريم. أما بعد! فأعوذ باللّٰه من الشيطٰن الرجيم، بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم. قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿ يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾(آل عمران: ٢٠٠)

عن أبي هريرةؓ أنّ رسول اللّٰه ﷺ قال: ألا أدلّكم على ما يمحو الله به الخطايا ويرفع به الدرجات، قالوا بلى يا رسول الله! قال ﷺ: إسباغ الوضوء على المكاره و كثرة الخطا إلى المساجد وانتظار الصلوٰة بعد الصلوة فذلكم الرباط، فذلكم الرباط ".( مسلم ، رقم: **587**،باب فضل اسباغ الوضوء على المكاره )

وقال عمرؓ:"حاسبوا أنفسكم قبل أن تحاسبوا".( سنن الترمذي )

**اَمابعد!**

اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد جو آیتِ کریمہ اور حدیث مبارک آپ کے سامنے ذکر کی، اللہ تعالیٰ ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

گزشتہ جمعہ آپ حضرات کو ایک حدیث سنائی تھی کہ سیدنا ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’کیا میں تم کو نہ بتاؤں وہ باتیں جن سے گناہ مٹ جائیں اور درجات بلند ہو جائیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا: کیوں نہیں یارسول اللہ! تو آپ ﷺ نے تین اعمال بتلائے:

**پہلا عمل (إسباغ الوضوء علی المکارہ):**

ناپسندیدگی کے باوجود وضو کرنا یعنی ٹھنڈا موسم ہو اور آپ کا دل نہیں چاہتا کہ ٹھنڈے پانی سے وضو کریں، لیکن اس کے باوجود آپ وضو کرتے ہیں۔ تو یہ ایک ایسا عمل ہے کہ جس کی وجہ سے اللہ تعالی درجات کو

بلند فرماتے ہیں اور گناہوں کو معاف فرماتے ہیں۔(اس کی تفصیل آپ کو گزشتہ جمعہ بتائی تھی)۔

**دوسرا عمل (كثرة الخطا إلى المساجد):**

مسجد کی طرف کثرت سے قدم اٹھانا۔اس سے بھی اللہ تعالی درجات بلند کرتے ہیں اور گناہوں کو معاف فرماتے ہیں۔

دیکھیں! ایک حدیث میں آتا ہے، ابوداؤد شریف کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"الأبعد فالأبعد أعظم أجراً". (سنن أبي داؤد)

یعنی جس کا گھر جتنا مسجد سے دور ہوگا، اس کا ثواب اتنا ہی زیادہ ہوگا۔

قبیلہ بنوسلمہ مسجد نبوی سے دور رہتے تھے، وہ چاہتے تھے کہ ہم مسجد کے قریب گھر خرید لیں اور یہاں پر رہائش اختیار کرلیں۔تو آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارا گھر مسجد سے دور ہے تو مسجد کی طرف آپ جتنے قدم اٹھاؤ گے، اللہ تعالی اتنا ہی اجر عطا فرمائیں گے۔(صحیح مسلم)

یہاں ایک مسئلے کی وضاحت ضروری ہے:

علماء کرام نے لکھا ہے کہ جس کا گھر مسجد کے قریب ہے، وہ آدمی افضل ہے اس شخص کی بنسبت جس کا گھر مسجد سے دور ہو۔مسجد کی طرف زیادہ قدم اٹھانا الگ چیز ہے اور گھر کا مسجد سے قریب یا بعید ہونا یہ الگ چیز ہے، دونوں میں فرق ہے۔حدیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس کا گھر مسجد کے قریب ہو، وہ اس آدمی کے مقابلے میں جس کا گھر مسجد سے دور ہو، ایسے افضل ہے، جیسے ایک مجاہد غازی کو فضیلت حاصل ہے گھر بیٹھے ہوئے شخص پر۔(مسند احمد، کنز العمال)

تو جس کا گھر مسجد کے قریب ہو، اس کی اپنی فضیلت بھی ہے۔اکثر صحابہ کرامؓ مسجد کے قریب تھے، آپ ﷺ کے حجرات مبارکہ بھی مسجد کے قریب تھے۔

مسجد سے محلے کی مسجد مراد ہے۔یہ نہیں کہ آپ کسی اور مسجد میں چلے جائیں۔مثلاً اس گلی میں آپ کا گھر ہے، آپ اس مسجد تک آئیں گے تو آپ کے قدموں کا اعتبار ہے، اور اگر آپ یہاں سے آگے جائیں گے تو پھر ان قدموں کا اعتبار نہیں، یعنی محلے کی مسجد تک جتنے قدم آپ اُٹھائیں گے، اس پر اللہ تعالیٰ آپ کو اجر عطا فرمائیں گے۔

تو یہ دو مسئلے ہو گئے: ایک یہ مسئلہ کہ جس کا گھر مسجد کے قریب ہو، یہ الگ فضیلت رکھتا ہے اور مسجد کی طرف زیادہ قدم اُٹھانا، الگ فضیلت رکھتا ہے، لیکن ان دونوں میں بہتر وہ شخص ہے جس کا گھر مسجد کے قریب ہے۔تو فرمایا: **"كثرة الخُطا إلى المساجد"** مسجد کی طرف کثرت سے قدم اُٹھانا بھی ایک ایسا عمل ہے کہ اس کے ذریعے اللہ درجات کو بلند فرماتے ہیں اور گناہوں کو معاف فرماتے ہیں۔

**تیسرا عمل (ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار):**

ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ درجات بلند فرماتے ہیں اور گناہوں اور خطاؤں کو معاف فرماتے ہیں۔

**" فذلكم الرباط " :**

یعنی ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا، رباط ہے۔ دوسری جگہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾ (آل عمران: ۲۰۰)

اے ایمان والو! صبر اختیار کرو، مقابلے کے وقت ثابت قدمی دکھاؤ اور سرحدوں کی حفاظت کے لیے جمے رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو، تاکہ تمہیں فلاح نصیب ہو۔

**" رباط "**: اسلامی ممالک کی سرحدات پر پہرہ دینے والے لوگوں کو ''رباط'' کہتے ہیں، جیسے افواج اور مجاہدین وغیرہ جو وہاں پہرہ دیتے ہیں۔ اور یقیناً ان کا یہ عمل نفلی عبادت سے کئی گنا زیادہ افضل ہے۔

**"وانتظار الصلوة بعد الصلوة"** ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا۔ حدیث میں آتا ہے، مشکوۃ شریف کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"سبعة يظلهم الله في ظله يوم لا ظل إلا ظله".(مشكوٰة المصابيح)

سات قسم کے لوگ ایسے ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ عرش کے سائے میں رکھیں گے اور اسی دن اللہ تعالیٰ کے عرش کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا۔

تو سات قسم کے لوگ ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے عرش کے سائے میں ہوں گے۔ ان میں سے ایک شخص وہ بھی ہے: **"وقلبه معلّق بالمساجد"** وہ آدمی جس کا دل مسجد میں اٹکا ہے، یعنی مسجد سے اس کے دل

کا تعلق ہو۔تو ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ نے فجر کی نماز پڑھی اور مسجد میں بیٹھ گئے ظہر کی نماز کا آپ انتظار کررہے ہیں، بلکہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب آپ نے فجر کی نماز پڑھی، آپ گھر چلے گئے تو آپ کو فکر ہو گی، آپ کا دل مسجد میں اٹکا ہو گا کہ مجھے ظہر کی نماز بھی پڑھنی ہے، ظہر کی نماز پڑھی ہے تو آپ کو فکر ہے کہ مجھے عصر کی نماز پڑھنی ہے۔ **"وانتظار الصلوة بعد الصلوة"** یعنی ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا؛ اسی کو کہا جاتا ہے کہ دل مسجد میں اٹکا ہوا ہو۔

تو یہ ایک ایسا عمل ہے کہ اس عمل کی وجہ سے اللہ تعالی درجات کو بلند فرماتے ہیں اور اس عمل کی وجہ سے اللہ تعالی گناہوں یعنی صغیرہ گناہوں کو معاف کرتے ہیں اور کبیرہ بھی معاف فرماتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو؛ کیونکہ اللہ سے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔تو یہ تین عمل ( اسباع الوضوء على المكاره، كثرة الخطا إلى المساجد و انتظار الصلوة بعد الصلوة ) ایسے ہیں، جن کی بدولت اللہ گناہوں کو معاف اور درجات کو بلند کرتے ہیں۔ کتنے آسان اعمال ہیں، کوئی مشکل نہیں ہے۔ **"فذلكم الرباط"** یہ جو نماز کے لیے آپ انتظار میں بیٹھے ہیں، یہی رباط ہے۔ایک رباط وہ ہے جو اسلامی ممالک کی سرحدات کے تحفظ کی خاطر پہرہ دیتے ہیں، تاکہ کہیں دشمن حملہ نہ کرے۔ نیز دشمن دو قسم کا ہوتا ہے: ایک آپ کا ظاہری دشمن ہے اور ایک باطنی دشمن ہے، جیسے شیطان ہمارا باطنی دشمن ہے۔تو جب آپ نماز کے انتظار میں بیٹھے رہیں گے تو یہ باطنی دشمن کا مقابلہ ہے۔شیطان انسان کا نظری اور عملی دشمن ہے، جس کا مشن ہے:

﴿إن الشيطن لكم عدوّ فاتخذوه عدوا إنما يدعو حزبه ليكونوا من أصحاب السعير﴾(فاطر:٦)

بیشک شیطان تم لوگوں کا دشمن ہے، پس اس کو دشمن کے طور پر لے لو۔وہ اپنے پیروکاروں کو جہنم کی طرف بلاتا ہے، تاکہ وہ جہنم میں اس کے ساتھی بنیں۔

تو آپ کا مقابلہ ہے باطنی دشمن سے، جب آپ نماز کا انتظار کریں گے تو آپ شیطان پر غالب آئیں گے، کیونکہ آپ کا دل مسجد کے ساتھ اٹکا ہوتا ہے، نماز کے ساتھ اٹکا ہوتا ہے۔تو اصل رباط یہ ہے۔ پس اصل مقابلہ یہ ہے کہ آپ دشمن (شیطان) کے مقابلے میں مستعد رہیں۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!

﴿بیاناتِ جمعہ﴾

# جنت اور جہنم میں داخل کرنے والی چیزیں

مفتی غلام اللہ صاحب
امام وخطیب: جامع مسجد بلال کلفٹن کراچی

أعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم ،قال الله تعالیٰ :

﴿ولاتقربوا الزنا إنه كان فاحشة وسآء سبيلا﴾(الاسراء: 37)

وقال الله تعالى:﴿والذين هم لفروجهم حافظون﴾(المؤمنون : 5)

اَمابعد!

اللہ رب العزت کی حمد وثنا کے بعد جو آیت کریمہ آپ حضرات کے سامنے تلاوت کی ،اللہ تعالی اس پرعمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آپ حضرات کو ایک حدیث سنائی تھی ،اس میں چار باتوں کا ذکر تھا۔ان چار باتوں میں سے دو باتیں ایسی تھیں ،جس کی وجہ سے آپ جنت چلے جائیں گے اور دو باتیں ایسی تھیں جو جہنم جانے کا سبب بنتی ہیں:

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ نبی اکرمﷺ نے فرمایا:

"أتدرون ما أكثرما يدخل الناس الجنة ؟"

ترجمہ: کیا آپ کو معلوم ہے کہ کون سی چیز لوگوں کو جنت میں زیادہ داخل کرنے والی ہے؟

پھر آپﷺ نے فرمایا: کہ ایک ''پرہیزگاری'' اور دوسری چیز ''اچھے اخلاق''۔پھر آپﷺ نے سوال کیا:

"أتدرون ما أكثرما يدخل النار؟"

ترجمہ: کیا تمہیں پتہ ہے کہ کون سی چیز جہنم میں زیادہ داخل کرنے والی ہے؟

پھر اللہ کے نبی نے ارشاد فرمایا:

"الجعفان أي الفم والفرج"( سن ابن ماجة ،كتاب الزهد وذكر الذنوب ،رقم

الحدیث:637)

(دو کھلی چیزیں)اور پھر اسکی تشریح کرتے ہوئے فرمایا:''منہ''اور''شرم گاہ''۔

اب ہمارے سامنے چار چیزیں آ گئی: اللہ کا خوف، اچھے اخلاق، منہ اور شرمگاہ۔

**تفصیل:**

اللہ کا خوف جس کے دل میں ہوتا ہے، وہ برائی کا ارتکاب نہیں کرتا اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت بھی کرتا ہے اور جس کے اخلاق اچھے ہوں، وہ اپنی زبان کی حفاظت کرتا ہے۔اچھے اخلاق وہ ہیں جو نبی کریم ﷺ کے اخلاق سے مشابہہ ہوں، جس کے بارے میں اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا:

﴿إنك لعلى خلق عظيم﴾ (القلم :4)

ترجمہ: بے شک آپ اخلاق کے اعلی مرتبے پر ہیں۔

آپ کے ساتھ کوئی برا سلوک کرے تو اس کے ساتھ اچھائی سے پیش آنا اور اس کو معاف کرنا؛ اخلاق عظیم ہے اور اخلاق عظیم آپ ﷺ نے اپنے عمل سے ہمیں سکھلائے ہیں۔

ایک دیہاتی مسجد میں آیا اور اس نے مسجد میں پیشاب کیا تو صحابہ کرامؓ مارنے کے لیے اٹھ کھڑے ہو گئے، اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو اور پھر اس کو بلا کر اپنے پاس قریب بٹھایا اور اس کو سمجھایا کہ یہ اللہ کا گھر ہے، یہ نماز، عبادت، ذکر و تلاوت کی جگہ ہے، یہ پیشاب کی جگہ نہیں ہے۔(صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، رقم الحدیث:163)

یہ تھے ہمارے نبی ﷺ کے اخلاق۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ ایک راستے سے جا رہے تھے تو کسی نے کہا کہ اس راستے پر لوٹ مار کرنے والے بیٹھے ہوئے ہیں۔اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ میں اس راستے سے گیا تو جب دیکھا کہ ڈکیتی والے بیٹھے ہیں تو پوچھا:''من انتم''؟(تم کون ہو؟)۔انہوں نے کہا:''ہم ڈاکو ہیں''۔اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا:''نہیں، بلکہ تم معزز لوگ ہو۔''

یہ ہوتے ہیں اخلاق۔بات بات پر فتوی نہیں لگایا جاتا۔آج کل ہم معمولی سی بات پر دوسرے کو کافر کر دیتے ہیں، اسلام سے کسی کو خارج کرنا درست نہیں، کسی پر کفر کا فتوی لگانا بڑے سوچ بچار کے بعد ہوتا ہے۔

فقہا نے لکھا ہے کہ ایک دم آپ کسی پر کفر کا فتویٰ نہیں لگا سکتے ، بلکہ اس کے مختلف پہلوؤں کو دیکھنا ہوتا ہے، اس کا نظریہ اور عقیدہ دیکھنا ہوگا کہ آیا اس کا نظریہ اس کے عقیدے کے مطابق ہے یا نہیں؟ اس کے بعد مفتیان کرام کا کام ہوتا ہے۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ ایک اللہ کا خوف جنت میں لے جانے والی ہے، جس کے دل میں خوف ہو، وہ ہر قسم کے ظاہری و باطنی گناہوں سے اپنے آپ کو بچاتا ہے۔

**آخری دو چیزیں: منہ اور شرمگاہ:**

منہ کے ذریعے حرام اور مشتبہ چیزوں کو پیٹ میں داخل کرتا ہے، جو کہ جہنم میں لے جانے کا باعث بنتا ہے۔ منہ کے اندر زبان بھی ہے، جس کے ذریعے لوگوں کو اذیت دینا، گالیاں، غیبت، جھوٹ اور قسم قسم کے غلط الفاظ نکالنا ہے، جو کہ جہنم میں لے جانے کا باعث ہے، لیکن اگر اس کے ذریعے اچھی باتیں منہ سے نکالے تو جنت کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنی زبان پکڑ کر مروڑا کرتے تھے اور فرماتے کہ اس کی وجہ سے ہم لوگ ہلاک ہوگئے۔ یہ ابوبکرؓ ہے جو انبیاء کرام کے بعد سب سے افضل انسان ہیں، یہ عظیم شخصیت فرما رہے ہیں کہ اس کی وجہ سے ہم ہلاک ہوگئے۔ اللہ کے نبی نے ارشاد فرمایا:

"من يضمن لي مابين لحييه ومابين رجليه أضمن له الجنة". (البخاري، كتاب الرقاق، باب حفظ اللسان، رقم الحديث: 6474)

ترجمہ: جو مجھے ضمانت دے اس چیز کی جو اس کے دونوں جبڑوں کے درمیان ہے اور جو اس کے دونوں پاؤں کے درمیان ہے تو میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔"

اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے:

﴿ولاتقربوا الزنا انه كان فاحشة وسآء سبيلاً﴾ (الاسراء : 32)

ترجمہ: اور تم لوگ زنا کے قریب مت جایا کرو، بیشک یہ بے حیائی کا کام ہے اور انتہائی برا راستہ ہے۔

یہ اس لیے بتا رہا ہوں کہ معاشرے میں گناہ بہت عام ہو چکے ہیں۔ بے حیائی، فحاشی اور خلوت کی

گناہ جو کہ ہمارے نوجوان نسل کو تباہ کرنے کا ذریعہ ہے۔ یہ خلوت کا گناہ تو آج بہت آسان ہے، ہر ایک کے پاس موبائل موجود رہتا ہے اور اپنی مرضی کے مواد دیکھ سکتا ہے، انٹرنیٹ کی سہولت موجود ہے، جو اخلاقی تباہی پھیلانے کے ساتھ ساتھ دین کی تباہی کا بھی ذریعہ ہے۔ شیطان انسان کا دشمن ہے، وہ غلط چیزیں دیکھنے کی دعوت دیتا ہے۔ انسان خلوت میں گناہ کرتا ہے کہ بھائی، بہن، والدین اور محلے والا کوئی نہیں دیکھ رہا، لیکن اللہ تو دیکھ رہا ہے:

﴿یستخفون من الناس ولا یستخفون من اللّٰہ﴾(النسآء:108)

ترجمہ: لوگوں سے چھپنے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن اللہ سے نہیں چھپ سکتے۔

جو خلوت میں گناہ کرتے ہیں وہ ضرور سوچیں کہ میں کمرے کے اندر چھپ کر گناہ کر رہا ہوں، لیکن میرا اللہ تو مجھے دیکھ رہا ہے۔ اس مرض سے اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کریں اور اپنے عقائد اور ایمان کی اس سے حفاظت کریں۔ آپ غور کریں کہ اللہ جل شانہ نے فرمایا:

﴿ولاتقربوا الزنا إنه کان فاحشة وسآء سبیلاً﴾(الاسراء : 32)

''زنا کے قریب نہ جاؤ'' یعنی زنا کے اسباب اور لوازمات کو بھی اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے اور پھر اس کو بے حیائی کہا ہے، جبکہ حدیث شریف میں آتا ہے:

"إذا لم تستحیی فاصنع ماشئت". (بخاري)

''جب تم سے حیا چلی جائے تو پھر جو چاہے کر''۔ جس شخص میں حیا نہیں ہوتی، وہ ہر قسم کے گناہ کرتا ہے۔ وہ اس میں شرم محسوس نہیں کرتا۔ تو اللہ رب العزت نے فرمایا: ''یہ انتہائی بُرا راستہ ہے''۔

شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ ایک بڑے مفسر ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص کسی اور کی عورت پر غلط نظر ڈالے گا تو اس کی اپنی عورت پر بھی غلط نظر ڈالی جائے گی۔ اور پھر آگے ایک حدیث نقل کی ہے کہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک نوجوان نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ! مجھے زنا کرنے کی اجازت دے دیجیے! لوگ اس کی طرف متوجہ ہو کر اُسے ڈانٹنے لگے اور اسے پیچھے ہٹانے لگے، لیکن نبی ﷺ نے اسے فرمایا: میرے قریب آجاؤ! وہ نبی ﷺ کے قریب جا کر بیٹھ گیا، نبی ﷺ نے اس سے پوچھا: کیا تم اپنی والدہ کے حق میں بدکاری کو پسند کرو گے؟ اس نے کہا: اللہ کی قسم! کبھی نہیں، میں

آپ پر قربان جاؤں! نبی ﷺ نے فرمایا: لوگ بھی اسے اپنی ماں کے لیے پسند نہیں کرتے۔ پھر دریافت فرمایا: کیا تم اپنی بیٹی کے حق میں بدکاری پسند کرو گے؟ اس نے کہا: اللہ کی قسم! کبھی نہیں، میں آپ پر قربان جاؤں! نبی ﷺ نے فرمایا: لوگ بھی اسے اپنی بیٹی کے لیے پسند نہیں کرتے۔ پھر پوچھا: کیا تم اپنی بہن کے حق میں بدکاری پسند کرو گے؟ اس نے کہا: اللہ کی قسم! کبھی نہیں، میں آپ پر قربان جاؤں! نبی ﷺ نے فرمایا: لوگ بھی اسے اپنی بہن کے لے پسند نہیں کرتے۔ پھر پوچھا: کیا تم اپنی پھوپھی کے حق میں بدکاری پسند کرو گے؟ اس نے کہا: اللہ کی قسم! کبھی نہیں، میں آپ پر قربان جاؤں! نبی ﷺ نے فرمایا: لوگ بھی اسے اپنی پھوپھی کے لیے پسند نہیں کرتے۔ پھر پوچھا: کیا تم اپنی خالہ کے حق میں بدکاری پسند کرو گے؟ اس نے کہا: اللہ کی قسم کبھی نہیں، میں آپ پر قربان جاؤں! نبی ﷺ نے فرمایا: لوگ بھی اسے اپنی خالہ کے لیے پسند نہیں کرتے۔ پھر نبی ﷺ نے اپنا دستِ مبارک اس کے جسم پر رکھا اور دعا کی کہ: ''اے اللہ! اس کے گناہ معاف فرما، اس کے دل کو پاک فرما اور اس کی شرم گاہ کی حفاظت فرما!''۔ راوی کہتے ہیں: اس کے بعد اس نوجوان نے کبھی کسی کی طرف توجہ بھی نہیں کی۔ (مسند احمد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

”إن زنی العبد خرج منه الإيمان فكان فوق رأسه كالظلة فإذا خرج من ذلك العمل عاد إليه الإيمان “. (سنن أبي داؤد، كتاب السنة، رقم الحديث :4690)

ترجمہ: جب کوئی بندہ زنا کرتا ہے تو ایمان اس سے نکل جاتا ہے اور سائبان کی طرح اس کے سر پر کھڑا رہتا ہے اور جب زنا کا عمل ختم ہو جاتا ہے تو ایمان واپس اس کی طرف لوٹ جاتا ہے۔

مظاہر حق میں اس کی ایک مثال پیش کی گئی ہے کہ ایک آدمی بینا ہے، سب کچھ دیکھ سکتا ہے اور ایک نابینا ہے۔ اب ایک آدمی بینا ہے اور وہ دیکھ سکتا ہے، لیکن اس نے آنکھیں بند کی ہوئی ہیں۔ اب یہ بھی اندھے کی طرح ہو گیا ہے۔ اب ایک آدمی کافر ہے تو وہ نابینا کی طرح ہے، اس کے پاس نور ایمان بالکل نہیں ہے اور ایک مسلمان ہے، لیکن جب یہ فعل قبیح کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کا نور ایمان اُڑ جاتا ہے، جیسا کہ بینا آدمی آنکھیں بند کرتا ہے۔ تو ایسا ہی اس کا ایمان اس کے سر پر کھڑا رہتا ہے اور جب بدکاری ختم کرتا ہے تو ایمان

واپس لوٹ آتا ہے۔اللہ سب کو اس فعل قبیح کے ارتکاب سے بچائے۔

حدیث میں ہے کہ تین قسم کے لوگ ایسے ہیں کہ:

"لا یکلمھم اللّٰہ و لا ینظر الیھم و لا یز کیھم و لھم عذاب الیم".

ترجمہ: اللہ ان سے بات نہیں کریں گے اور نہ نظر رحمت کریں گے اور نہ ان کو گناہ سے پاک کریں گے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

ان میں سے ایک جھوٹا بادشاہ اور دوسرا متکبر فقیر( فقیر کے پاس تکبر کے اسباب نہ ہونے کے باوجود تکبر کرتا ہے ،جبکہ یہ اللہ کی صفت ہے )اور تیسرا وہ شخص جو بوڑھا ہو اور زنا کا ارتکاب کرتا ہو'۔(الصحیح لمسلم ،کتاب الایمان ،رقم الحدیث:172)

الغرض یہ ایسی چیزیں ہے، جو جہنم میں لے جانے کا ذریعہ بنتی ہیں،اس لیے ان چیزوں سے بچنے کی کوشش کریں اور دل میں اللہ کا خوف اور اپنے اخلاق کو عمدہ بنانے کے لیے محنت کریں۔

اللہ ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!

## گناہ

☆......وہ گناہ جس سے عمر کم ہوتی ہے............وہ والدین سے بدسلوکی ہے۔

☆......جس گناہ سے انسان پر لعنت ہوتی ہے............وہ جھوٹ ہے۔

☆......جس گناہ سے جلد پکڑ ہوتی ہے............وہ ظلم ہے۔

☆......جس گناہ سے رزق بند ہوتا ہے............وہ زنا ہے۔

☆......جس گناہ سے پردہ فاش ہوتا ہے............وہ نشہ ہے۔

☆......جس گناہ سے پوری انسانیت تباہ ہوتی ہے............وہ قتل ہے۔

☆......جس گناہ سے نعمتوں کا زوال آتا ہے............وہ غرور وتکبر ہے۔

﴿دارالافتاء﴾

# دارالافتاء

مفتی حمید اللہ جان

0333.9133080

اپنے مسائل کا جواب پوچھنے کے لیے آپ ماہنامہ ندائے حسن کے ڈاک پتے یا ای میل پر سوال بھیج سکتے ہیں۔
سوال پوچھنے میں یہ خیال رکھیں کہ وہ مفید اور قابل اشاعت ہونے کے ساتھ ساتھ مسلکی طور پر اختلافی نہ ہو۔

## حق حضانت کا حکم

**سوال:**

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میاں بیوی کے درمیان ناچاقی واقع ہونے کی وجہ سے بیوی اپنے والدین کے گھر تقریباً ایک سال سے رہ رہی ہے۔ان کے دو بچے ہیں ایک تین سالہ لڑکا اور ایک لڑکی ہے تقریباً دو سال کی۔لڑکا باپ کے پاس رہ رہا ہے، جبکہ لڑکی ماں کے ساتھ رہتی ہے۔

بیوی یہ چاہتی ہے کہ مجھے اپنا بیٹا حوالہ کیا جائے اور اس بارے میں وہ عدالت بھی جانا چاہتی ہے۔تو ہم یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا بیوی کا یہ مطالبہ درست ہے کہ نہیں؟ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ تین سال تک یہ بیٹا باپ کی تربیت میں رہا، نیز بیوی ایک سال سے شوہر سے الگ رہ رہی ہے اور اسی دوران باپ نے خود اس کی تربیت کی ہے اور لڑکا اپنے باپ کے ساتھ خوشی سے رہ رہا ہے۔تو کیا مذکورہ عورت شرعی طور پر شوہر سے بچہ لینے کا مطالبہ کر سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب و باللہ التوفیق:

شرعی طور پر نسب اور خاندان کی نسبت والد کی طرف ہوتی ہے نہ کہ ماں کی طرف، البتہ حضانت اور پرورش کا حق ماں کو حاصل ہوتا ہے یعنی سات سال کی عمر تک ماں کے لیے بیٹوں کو اپنی پرورش میں رکھنے کا حق حاصل ہے، جبکہ بیٹی نو سال تک اپنی والدہ کی پرورش میں رہے گی۔مقررہ مدت مکمل ہو جانے کے بعد بیٹا یا

بیٹی کو باپ کے حوالہ کردیا جائے گا۔

البتہ اگر باپ کو یقین ہو کہ عورت تربیت نہیں کرسکتی ہے تو شوہر کو شرعی طور پر یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنے بچوں کو پرورش کے لیے بیوی کے سپرد کرنے سے منع کرے۔

لہذا صورت مسئولہ میں بچہ ماں کو ملے گا، تاہم اگر ماں اپنے بچوں کی اچھی طرح تربیت کرنے سے قاصر ہو تو باپ بیوی کو حق حضانت سے منع بھی کرسکتا ہے۔ خاص کر صورت مسئولہ میں حسب بیان محررہ جب بچہ باپ کے ساتھ مانوس ہو چکا ہو اور ایک سال تک ماں کے ساتھ اس کا تعلق نہ رہا ہو تو ایسی صورت میں بچہ کو باپ کے پاس ہی رہنا چاہیے۔

والدليل على ذلك:

والحضانة أما أو غيرها (أحق به) أى بالغلام حتى يستغنى عن النساء وقدر بسبع وبه يفتى لأنه الغالب------(والام والجدة)لأم أو لأب (احق بها) بالصغيرة (حتى تحيض) أى تبغلغ فى ظاهر الرواية۔

(الدرالمختار على صدر رد المحتار، تتمة كتاب الطلاق، باب الحضانة:جلد نمبر ٥، صفحه 472،372، مكتبه وحيديه)

وان لم يكن له ام تستحق الحضانة بأن كانت غير اهل للحضانة أو متزوجة بغير محرم او ماتت فام الام أولى من كل واحدة وان علت فان لم يكن للام أم فأم الاب أولىٰ من سواهاوان علت كذافى فتح القدير

(الهنديه: جلد 1،ص 154)

2023\Ishtihar Page 56.jpg not found.